ہفت روزہ

خدام الدین

لاہور

زیر سرپرستی

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی مدظلہ

شیرانوالہ دروازہ لاہور

Siraj-ul-Haq Siddiqi

۲۲ر جولائی سنہ ۱۹۶۰ء

ہدیہ چار آنے

یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین © لاہور

زائرینِ حریمِ مغرب

کل ایک شوریدہ خوابگاہِ نبیؐ پہ رو رو کے کہہ رہا تھا
کہ مصر و ہندوستاں کے مُسلم بنائے ملّت مٹا رہے ہیں

یہ زائرانِ حریمِ مغرب ہزار رہبر بنیں ہمارے
ہمیں بھلا ان سے واسطہ کیا جو تجھ سے نا آشنا رہے ہیں

غضب ہیں "یہ مرشدانِ خود بیں" خدا تری قوم کو بچائے
بگاڑ کر تیرے مُسلموں کو یہ اپنی عزّت بنا رہے ہیں

سُنے گا اقبالؔ کون ان کو یہ انجمن ہی بدل گئی ہے
نئے زمانے میں آپ ہم کو پُرانی باتیں سُنا رہے ہیں

علامہ اقبالؒ

پیغام

دہر کو حق کے نام پر زیرِ نگیں بنائے جا
تو ہے خلیفۂ خُدا، حکمِ خُدا سُنائے جا

لالۂ باغِ مُصطفٰےؐ تیرا دلِ حزیں بنے
نورِ چراغِ عشق سے رُوح کو جگمگائے جا

جن کی صدا سے آج تک مست فضائے عرش ہے
مطربِ نغمۂ ازل تو وہی گیت گائے جا

سیرِ بہار کے لئے منّتِ باغباں نہ کر
بن کے بہارِ جاوداں صحن صحن پہ چھائے جا

اپنے چمن کو چھوڑ کر اور کہیں گیا تو کیا
لُطف ہے جب بہ ہر قدم تازہ چمن بنائے جا

نبضِ حیاتِ دہر کی ڈُوب رہی ہے آجکل
جادۂ منزلِ سکُوں خضرِ جہاں بنائے جا

راہِ حیات سے گزر سر بکف و کفن بدوش
ابنِ علیؓ کی یادگار روز یونہی منائے جا

مدرسۂ خودی سے لے درسِ حیاتِ جاوداں
اپنے پہ اعتماد رکھ غیر کو آزمائے جا

خدمتِ خلق کے لئے ماؤ شما کی قید کیا
سارے جہاں کو ساغرِ ملّتِ حق پلائے جا

انور صابری

ہفت روزہ خدام الدین لاہور

جلد (۱۱) | ۲۷ محرم الحرام ۱۳۸۰ھ مطابق ۲۲ جولائی ۱۹۶۰ء | شمارہ (۱۱)

پاکستان - مصر اور امریکہ

مسلمانوں کے لئے یہ خبر انتہائی مسرّت بخش ہے کہ حکومت مصر نے جٹ طیارے تیار کر لئے۔ صدر جمال ناصر نے ۱۰ جولائی ۱۹۶۰ء کو قاہرہ میں تقریر کرتے ہوئے امریکہ سے معاہدات نہ ہونے کی یہ وجہ بیان کی کہ چونکہ امریکہ فلسطینی یہودیوں کی ہمت افزائی کرتا اور ان کو ہر طرح امداد دیتا ہے۔ اس لئے عرب ممالک اس سے معاہدے نہیں کر سکتے۔

صدر ناصر نے یہ بھی بتایا کہ اسوان بند کے دوسرے مرحلہ پر امداد کے لئے روس امداد دے گا۔ (روسی انجینئر اور ماہر اب بھی وہاں موجود ہیں۔)

اس بیان میں ناصر نے دو باتوں کی طرف اشارہ کیا ہے۔ روسی امداد اور امریکی بے پرواہی۔

پھر امریکی امداد کے نہ ہوتے ہوئے بھی مصری ترقیات اور خاصکر اسلحہ سازی میں کامیابی کا ذکر کر کے اس نے امریکہ کو عبرت دلائی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہم اپنے حلیف ممالک کے طرز عمل یا پاکستانی ضروریات پر جب نظر کرتے ہیں تو مصر اور روسی دھڑے کے سامنے مارے شرم کے سرنگوں ہو جاتے ہیں۔

روسی گروپ کے ایک چھوٹے سے ملک چیکوسلاویکیا نے اتنی ترقی کر لی ہے کہ وہ دوسرے ملکوں کو جدید ضروریات سپلائی کر سکتا ہے۔ اب مصر کا جٹ طیارہ تیار کرنا ہمارے لئے سبق آموز ہے۔ چین ایک افیونی ملک تھا۔ ہزار سال سے ایک مردہ لاش تھی اور سرمایہ دار گدھ اس کو نوچ رہے تھے۔ پاکستان ہندوستان کے بعد آزاد ہوا۔ اور دیکھتے دیکھتے دنیا کی ایک بڑی طاقت بن گیا۔ حتیٰ کہ اب وہ اپنے ہمسایہ ممالک کو خاطر میں نہیں لاتا۔ مصر برائے نام آزاد ہوا۔ لیکن اس کی حقیقی آزادی کا دور پاکستان کی آزادی کے بعد شروع ہوا۔ شاہ فاروق دشمنوں سے دبے ہوئے تھے۔ ان کے بعد جنرل نجیب آیا۔ لیکن نہر سویز اور سکندریہ پر برطانوی قبضہ و اقتدار ہوتے ہوئے اس کو صحیح معنوں میں آزاد نہیں کہا جا سکتا تھا۔ جمال ناصر نے جب نہر سویز پر قبضہ کر کے برطانیہ۔ فرانس۔ اور یہود سے بیک وقت کامیاب جنگ لڑ کر پرانے عربوں کی یاد تازہ کی۔ اس وقت سے اسکی حقیقی آزادی کا دور شروع ہوا اور اگر اس وقت امریکہ اسکی ہر طرح کی ترقیات میں اس کا ہاتھ بٹانے اور اس کو اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے میں مخلصانہ مدد دینے پر آمادہ ہو جاتا تو آج سارے عرب ممالک کمیونزم کے مقابلہ میں سد سکندری ہوتے اور امریکہ کو مشرق وسطی میں نہ چھٹا بحری بیڑہ رکھنے کی زحمت اٹھانی پڑتی۔ نہ کروڑوں ڈالر پانی کی طرح بہانے پڑتے اور نہ ہی آج عراق و مصر کی خارجہ سیاست اس کے لئے سوہان روح ہوتی اسوان بند کی تعمیر میں ناصر امریکی گروپ سے مایوس ہوا۔ لامحالہ اس کو روسی گروپ سے معاہدات کرنے پڑے۔ جس کا سلسلہ ابھی تک جاری ہے۔ اگر ہماری آواز امریکی ذمہ دار افراد تک کسی طرح پہنچ سکتی ہے۔ تو ہم ان کو یہ مشورہ دیں گے کہ وہ اپنے حلیف ممالک کے ساتھ ایسا سلوک کریں۔ جسے دیکھ کر دوسرے ممالک بھی اپنی حفاظت کے لئے امریکی گروپ سے وابستگی ضروری سمجھیں۔

ہمیں جہاں مصر کی ترقی پر مسرت ہے۔ وہاں اس بات کا سخت افسوس ہے کہ پاکستان جو مصر پر ہر لحاظ سے فوقیت رکھتا ہے۔ کیا بلحاظ آبادی۔ کیا بلحاظ خام پیداوار اور کیا بلحاظ ذرائع و وسائل وہ کیوں ترقی کی اس دوڑ میں پیچھے رہا۔ پاکستان کا محل وقوع بھی مصر سے بالکل جداگانہ حیثیت رکھتا ہے۔ مصر کے پڑوس میں صرف یہود نامسعود کی دشمن ریاست ہے۔ اس کے سوا اس کی سرحد سے ملحق کوئی بڑی خطرناک طاقت موجود نہیں ہے۔ برخلاف پاکستان کے کہ ہماری سرحدات کا ایک سرا بھارت سے ملا ہوا ہے۔ دوسرا چین سے۔ تیسرا روس سے۔ چوتھا افغانستان سے جس کا گٹھ جوڑ مخالف گروپ سے ہے۔

ان حالات میں سخت ضرورت تھی کہ ہمارے ہاں جٹ طیاروں کے اور فولاد کے کارخانے ہوتے۔ یہاں ٹینک تیار ہوتے اسلحہ سازی وغیرہ کے کارخانوں میں ہم خود کفیل ہوتے ہمیں ۱۴ سال کے عرصہ گذرنے کے بعد بھی اگر موٹروں اور ریلوے انجنوں نیز دوسری اہم ضروریات کو باہر سے منگانے کا احتیاج ہے تو یہ گذشتہ سیاسی بقراطوں کی نااہلی کا نتیجہ ہے۔ جنہوں نے پاکستان کے بارہ سال ضائع کئے۔

قرآن کا حکم: قرآن پاک نے نمازوں کا حکم دیا۔ اور پانچوں نمازوں کے مجموعی اوقات کو ملائیں تو شاید ڈیڑھ گھنٹہ بنے۔ روزے سال بھر میں ایک مہینہ فرض کئے۔ زکوٰۃ صرف چالیسواں حصہ مقرر کی۔ حج ساری عمر میں ایک بار لازم کیا۔ لیکن دشمن کے مقابلہ میں تیاریاں کرنے کے لئے قرآن پاک کا ارشاد ہے

وَ اَعِدُّوْا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ

(اور ان کے مقابلہ کیلئے تیاری کرتے رہو جہاں تک تم سے ہو سکے) جہاد کی تیاری کے لئے حد مقرر نہیں فرمائی بلکہ جہاں تک ممکن ہو سکے اور جتنی بھی طاقت ہو اس کو اس تیاری پر خرچ کرنا چاہیئے اسلام توکل سکھاتا ہے۔ لیکن اسکے معنی یہ نہیں کہ اسباب اور وسائل کو ترک کر دیا جائے جہاں تک اپنی قوتیں ہیں ان کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں پیش کر دو۔ پھر جو کمی ہوگی اس کو اللہ تعالے پورا کر دیں گے۔ توکل کا معنی یہ ہے کہ تمام اسباب کے ہوتے ہوئے بھی بھروسہ اسباب پر نہ کرو بلکہ بھروسہ صرف اللہ کی ذات پر ہو۔

باقی بر صفحہ ۱۷

اِجابتُ الرَّسُول صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت داؤد علیہ السلام کی نماز اور روزہ

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو رض قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَحَبُّ الصَّلٰوۃِ اِلَی اللّٰہِ صَلٰوۃُ دَاؤُدَ وَ اَحَبُّ الصِّیَامِ اِلَی اللّٰہِ صِیَامُ دَاؤُدَ کَانَ یَنَامُ نِصْفَ اللَّیْلِ وَیَقُوْمُ ثُلُثَہٗ وَیَنَامُ سُدُسَہٗ وَیَصُوْمُ یَوْمًا وَّیُفْطِرُ یَوْمًا۔ (متفق علیہ)

ترجمہ۔ عبد اللہ بن عمرو رض کہتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ خداوند تعالےٰ کے نزدیک سب سے بہتر نماز داؤد علیہ السلام کی ہے۔ اور بہترین روزوں میں داؤد علیہ السلام کے روزے تھے۔ داؤد علیہ السلام آدھی رات سوتے۔ تہائی رات قیام (عبادت) کرتے اور پھر رات کا چھٹا حصہ آرام کرتے اور ایک روز روزہ رکھتے اور ایک روز نہ رکھتے

تہجد کا ثواب

عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلَیْکُمْ بِقِیَامِ اللَّیْلِ فَاِنَّہٗ دَاْبُ الصّٰلِحِیْنَ قَبْلَکُمْ وَ ھُوَ قُرْبَۃٌ لَّکُمْ اِلٰی رَبِّکُمْ وَ مُکَفِّرَۃٌ لِّلسَّیِّاٰتِ وَمَنْھَاۃٌ عَنِ الْاِثْمِ (رواہ الترمذی)

ترجمہ۔ ابوامامہ رض کہتے ہیں۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ لازم کرو تم اپنے آپ پر رات کے قیام کو یعنی تہجد کی نماز پڑھنے کو کہ یہ طریقہ ان نیک لوگوں کا ہے۔ جو تم سے پہلے تھے اور رات کا قیام تمہارے اللہ سے نزدیکی کا سبب ہے۔ گناہوں کا کفارہ ہے اور گناہوں سے روکنے والا ہے۔

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثَلٰثَۃٌ یَضْحَکُ اللّٰہُ اِلَیْھِمُ الرَّجُلُ اِذَا قَامَ بِاللَّیْلِ یُصَلِّیْ وَالْقَوْمُ اِذَا صَفُّوْا فِی الصَّلٰوۃِ وَالْقَوْمُ اِذَا صَفُّوْا فِیْ قِتَالِ الْعَدُوِّ (رواہ فی شرح السنۃ)

ترجمہ۔ ابو سعید خدری رض کہتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تین شخص ہیں جن کو دیکھ کر اللہ تعالےٰ خوش ہوتا ہے اور ان سے راضی رہتا ہے۔ ایک تو وہ شخص جو رات کو اٹھ کر نماز پڑھے (تہجد کی نماز) دوسرے وہ لوگ جو نماز کے لئے صفوں کو برابر درست کریں۔ اور تیسرے وہ لوگ جو دشمن کے مقابلہ پر لڑنے کے لیے صفوں کو ترتیب دیں۔

عَنْ عَمْرِو بْنِ عَبَسَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَقْرَبُ مَا یَکُوْنُ الرَّبُّ مِنَ الْعَبْدِ فِیْ جَوْفِ اللَّیْلِ الْاٰخِرِ فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَکُوْنَ مِمَّنْ یَّذْکُرُ اللّٰہَ فِیْ تِلْکَ السَّاعَۃِ فَکُنْ (رواہ الترمذی)

ترجمہ۔ عمرو بن عبسہ رض کہتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بندہ کا خدا سے زیادہ قریب ہونا رات کے پچھلے حصہ میں ہے۔ اگر تجھ سے ممکن ہو کہ اس ساعت میں تو خدا کا ذکر کرے۔ تو تو ایسا ہی کر۔

تہجد کی رغبت

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَحِمَ اللّٰہُ رَجُلًا قَامَ مِنَ اللَّیْلِ فَصَلّٰی وَ اَیْقَظَ امْرَاَتَہٗ فَصَلَّتْ فَاِنْ اَبَتْ نَضَحَ فِیْ وَجْھِھَا الْمَآءَ رَحِمَ اللّٰہُ امْرَاَۃً قَامَتْ مِنَ اللَّیْلِ فَصَلَّتْ وَ اَیْقَظَتْ زَوْجَھَا فَصَلّٰی فَاِنْ اَبٰی نَضَحَتْ فِیْ وَجْھِہِ الْمَآءَ (رواہ ابوداؤد والنسائی۔)

ترجمہ۔ ابوہریرہ رض کہتے ہیں۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ خدا اس شخص پر رحمت نازل کرے جو رات کو اٹھا اور نماز پڑھی اور اپنی بیوی کو جگایا اور اس نے بھی نماز پڑھی۔ پھر اگر عورت نہ جاگی تو چھینٹے دیئے اس کے منہ پر پانی کے اور رحمت نازل کرے خدا اس عورت پر جو رات کو اٹھے، اور نماز پڑھے۔ اور اپنے شوہر کو جگائے اور وہ بھی نماز پڑھے پھر اگر وہ انکار کرے تو اس کے چہرے پر پانی کا چھینٹا مارے

قبولیت دُعا کے اوقات

عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ قَالَ قِیْلَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَیُّ الدُّعَآءِ اَسْمَعُ قَالَ جَوْفَ اللَّیْلِ الْاٰخِرِ وَ دُبُرَ الصَّلٰوتِ الْمَکْتُوْبَاتِ (رواہ الترمذی)

ترجمہ۔ ابو امامہ رض کہتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا۔ کہ قبولیت دعا کا کون سا وقت ہے۔ آپ نے فرمایا پچھلی رات کے درمیان اور فرض نمازوں کے بعد کا وقت

تہجد کا ثواب

عَنْ اَبِیْ مَالِکِ الْاَشْعَرِیِّ رض قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ فِی الْجَنَّۃِ غُرَفًا یُرٰی ظَاھِرُھَا مِنْ بَاطِنِھَا وَبَاطِنُھَا مِنْ ظَاھِرِھَا اَعَدَّ اللّٰہُ لِمَنْ اَلَانَ الْکَلَامَ وَ اَطْعَمَ الطَّعَامَ وَتَابَعَ الصِّیَامَ وَصَلّٰی بِاللَّیْلِ وَالنَّاسُ نِیَامٌ رَوَاہُ الْبَیْھَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ

ترجمہ۔ ابو مالک اشعری رض کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں ایسے بالا خانے ہیں۔ جن کے اندر سے باہر کی چیزیں نظر آتی ہیں۔ اور باہر کی چیزیں اندر سے۔ اللہ نے ان کو ان لوگوں کے لئے بنایا ہے جو نرمی سے بات کرتے ہیں۔ کھانا کھلاتے ہیں اور پے در پے روزے رکھتے اور رات کو اس وقت نماز پڑھتے ہیں۔ جبکہ لوگ سو رہے ہوں (شعب الایمان البیہقی)

جو
منکرِ حدیث ہے وُہ منکرِ قرآن ہے
جو منکرِ قرآن ہے وُہ خارج از اسلام ہے
یعنی بے ایمان ہے
حضرت شیخ التفسیر مدظلہ

خطبہ یوم الجمعۃ ۲۱ محرم ۱۳۸۰ھ مطابق ۱۵ جولائی ۱۹۶۰ء عیسوی

از شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب دروازہ شیرانوالہ لاہور

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى ۔ اَمَّا بَعْد

(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مورث اعلیٰ (یعنی پہلے دادا) ابراہیم (علیہ السلام) اور مورث دوم (یعنی دوسرے دادا) حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی پہلی[۱] دعا دوسری[۲] دعا۔ تیسری[۳] دعا۔ چوتھی[۴] دعا۔ پانچویں[۵] دعا۔ چھٹی[۶] دعا اور ساتواں[۷] امت مسلمہ کیلئے دستور العمل کی تفصیل ملاحظہ ہو

پہلی دعا

وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلُ ط رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ۔ (سورۃ البقرہ ع ۱۵۔ پ ۱) ترجمہ۔ اور جب ابراہیم اور اسمٰعیل علیہما السلام خانہ کعبہ کی تعمیر کر رہے تھے تو اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اے اللہ ہماری اس کارگذاری کو جو محض تیرے لئے ہے اس کو قبول فرما۔ اس سے معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام جو گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں۔ ان کو پھر بھی اپنی نیکیوں کو قبول کرانے کے لئے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی ضرورت ہوتی ہے گویا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ان حضرات سے بھی بے نیاز ہے۔

اس سے ثابت ہوا

کہ انسان کو نیکی کر کے مغرور نہیں ہونا چاہیئے کہ میں نے نیکی کی ہے شاید کسی غلطی کے باعث اللہ تعالیٰ وہ نیکی قبول ہی نہ فرمائے۔

دوسری دعا

رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ

ترجمہ۔ اے رب ہمارے اور ہمیں اپنا فرمانبردار بندہ بنا۔ اس سے معلوم ہوا کہ نیکی کی توفیق بھی اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔ جس کو چاہے عطا فرمائے

مثلاً

ایک شخص رات کو شراب پی کر مدہوش ہو کر سو جاتا ہے۔ صبح کو اٹھ کر نماز بھی نہیں پڑھتا۔ بایں ہمہ دعا کرتا ہے کہ اے اللہ مجھے نیکی کی توفیق دے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ اس سے شراب پینے کے باعث ناراض ہے تو اُسے نیکی کی توفیق نہیں دیگا کیونکہ شراب تو وہ چھوڑتا نہیں اور نہ کبھی چھوڑنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ اور جبر اللہ تعالیٰ نہیں کرتا۔ اب اس کی یہ دعا کیسے قبول ہو۔

تیسری

وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ

دونوں حضرات فرماتے ہیں۔ کہ اے اللہ ہماری اولاد میں سے ایک امت مسلمہ یعنی تیری فرمانبردار جماعت پیدا کر۔

اس سے معلوم ہوا

کہ نیک اولاد کا مل جانا یہ بھی اللہ تعالیٰ کا احسان ہے۔ اسی لئے میں اپنے احباب سے کہا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ سے مطلق اولاد کی دعا نہ کیجیئے۔ بلکہ شرط لگایا کیجیئے کہ اے اللہ تعالیٰ ہمیں نیک اولاد عطا فرما۔ اس کے ہاں تو بُرے بھی ہیں۔ کہیں مطلق دعا کرنے سے بُرا نہ پلے پڑ جائے۔ پھر بیٹھ کر روؤ گے۔

چوتھی دعا

وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا

اور ہمیں حج کے طریقے بتا دے

اس دعا سے معلوم ہوا

کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کو عبادات میں اللہ تعالیٰ کی رہنمائی کی ضرورت ہے جب تک اللہ تعالیٰ راہ نمائی نہ فرمائے وہ حضرات بھی اللہ تعالیٰ کی مراد کو نہیں پا سکتے۔ جب تک کہ اللہ تعالیٰ خود بیان نہ فرمائے۔

پانچویں دعا

وَتُبْ عَلَيْنَا

اور ہماری توبہ قبول فرما۔ انبیاء علیہم السلام گناہ سے تو معصوم ہوتے تھے یعنی اللہ تعالیٰ کی امر و نہی کی کبھی بھی مخالفت نہیں کرتے تھے۔ ہاں یہ ہو سکتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس معاملہ میں تو کوئی حکم الٰہی نازل نہ ہوا ہو۔ اور وہ یہ خیال کر لیں کہ اللہ تعالیٰ اسی طریق کار سے راضی ہوگا اور پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعلان آئے کہ یہ کیوں کیا گیا اور یہ میری منشاء کے خلاف ہے۔ انبیاء علیہم السلام کے حق میں یہ بھی گناہ شمار کیا جاتا ہے۔ ایک مصرعہ مشہور ہے

قرب شاہاں آتش سوزاں بود

پہلے فرمایا نہیں کہ میری مرضی یہ ہے اور اب جو کچھ اپنی سمجھ سے انہوں نے کیا۔ فرماتے ہیں کہ وہ میری مرضی کے خلاف ہے۔ انبیاء علیہم السلام سے کبھی اس معنی میں ذنب صادر ہو۔ تو معافی مانگ لیتے ہیں۔ یہ (تب علینا) کا مقصد ہے عوام کو فقط امر و نہی کے خلاف کرنے سے گرفت ہوتی ہے

چھٹی دعا

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ۔

اے اللہ اس ہماری امت مسلمہ میں ایک پیغمبر بھیج۔ اس اعلان سے معلوم ہوا کہ انسان جب تک کسی پیغمبر کی دامنگیری نہ کرے صحیح راستہ جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پہنچائے پا نہیں سکتا۔ اس لئے دونوں حضرات اس ضرورت کو متفقہ طور پر پیش فرما رہے ہیں۔

ساتواں

ایک مسئلہ ہے جو امت مسلمہ کیلئے ایک دستور العمل پیش کرتا ہے جو نبی آخرالزمان امت مسلمہ کو پیش کریگا

دستور العمل

يَتْلُوا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ

وہ پیغمبر تیری آیات پڑھ کر انہیں سنائے گا اور بلکہ مکمل طور پر انہیں کتاب الٰہی سمجھائے گا۔ اور دانائی انہیں سکھائے گا۔ اور انہیں (اس تعلیم الٰہی کی برکت سے) گناہوں سے پاک کر دے گا (یعنی چھڑا دے گا)

اب صحیح طور پر سچا

مسلمان رہی ہوگا جو اس پیش کردہ دستور العمل (یعنی قرآن مجید) کو اپنا معمول بنائے گا اور اس دستور العمل سمجھنے کے لئے جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دروازہ کھٹکھٹائیگا اللہ تعالیٰ کی وہی مراد ہوگی۔ جو آپ بیان فرمائینگے اور وہ کبھی بھی مراد الٰہی نہ ہوگی۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے خلاف ہو۔

میرے

اس بیان سے آپ پر واضح ہوگیا ہوگا۔ کہ چونکہ عربی الفاظ کے بعض اوقات کئی کئی معنی ہوتے ہیں۔ اس لئے ہر موقعہ پر قرآن کا مطلب سمجھنے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث شریف کو پیش نظر رکھنا پڑیگا۔ تاکہ کسی بھی موقعہ پر اللہ تعالیٰ کی جو ان الفاظ سے مراد ہے۔ نظر انداز نہ کرنی پڑے۔ اسی واسطے میں ضرورت حدیث پیش کرتے وقت

یہاں تک

الفاظ کہہ جاتا ہوں کہ جو منکر حدیث ہے وہ منکر قرآن ہے اور جو منکر قرآن ہے وہ خارج از اسلام ہے۔ یعنی بے ایمان ہے۔

کیوں

کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے (وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى) ترجمہ۔ میرا نبی اپنی خواہش سے کچھ نہیں فرماتا۔ بلکہ جو کچھ بھی فرماتا ہے۔ میری طرف سے آپ کے دل میں ڈالا جاتا ہے۔

دل میں ڈالے جانے والی

چیزوں کی دو قسمیں ہیں۔ ایک بذریعہ جبرئیل علیہ السلام جو خدا تعالیٰ کی طرف سے آ کر آپ کو بتلا جاتے ہیں۔ بالفاظ دیگر آپ کے دل میں ڈال جاتے ہیں۔ دوسری قسم وحی کی وہ ہے جو براہ راست اللہ تعالیٰ آپ کے دل میں القا فرما دیتے ہیں۔ اسی لئے اہل السنۃ والجماعۃ وحی کی دو قسمیں کرتے ہیں۔ ایک وحی جلی جو جبرئیل علیہ السلام کے ذریعہ القاء کی جاتی ہے۔ دوسرے وحی خفی جو اللہ تعالیٰ بلا واسطہ آپ کے دل پر القا فرماتے ہیں وحی کی دونوں قسموں پر ایمان لانا ہمارا فرض ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے تجویز کردہ دستور العمل (مذکورۃ الصدر) سے روگردانی کرنیوالا بیوقوف ہی ہوگا

وَ مَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهٖمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ ؕ وَ لَقَدِ اصْطَفَيْنٰهُ فِي الدُّنْيَا ۚ وَ اِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ (سورۃ البقرہ ع ۱۶۔ پ ۱) ترجمہ۔ اور کون ہے جو ملت ابراہیمی سے روگردانی کرے۔ سوائے اس کے جو خود ہی احمق ہو۔ اور ہم نے تو اسے دنیا میں بھی بزرگی دی تھی اور بے شک وہ آخرت میں اچھے لوگوں میں سے ہوگا۔

مطلب صاف ظاہر ہے

جو شخص حضرت ابراہیم علیہ السلام کے تجویز کردہ دین سے منہ موڑے گا۔ وہ کوئی بے وقوف ہی ہوگا۔ کوئی عقلمند ایسی ناشائستہ حرکت نہیں کر سکتا۔ وما علینا الا البلاغ المبین

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيَاْتِيَنَّ عَلٰى اُمَّتِيْ كَمَا اَتٰى عَلٰى بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ حَذْوَ النَّعْلِ بِالنَّعْلِ حَتّٰى اِنْ كَانَ مِنْهُمْ مَنْ اَتٰى اُمَّهٗ عَلَانِيَةً لَكَانَ فِيْ اُمَّتِيْ مَنْ يَصْنَعُ ذٰلِكَ وَ اِنَّ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ تَفَرَّقَتْ عَلٰى ثِنْتَيْنِ وَ سَبْعِيْنَ مِلَّةً وَ تَفْتَرِقُ اُمَّتِيْ عَلٰى ثَلٰثٍ وَ سَبْعِيْنَ مِلَّةً كُلُّهُمْ فِي النَّارِ اِلَّا مِلَّةً وَاحِدَةً قَالُوْا مَنْ هِيَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ مَا اَنَا عَلَيْهِ وَاَصْحَابِيْ (رواه الترمذی)

ترجمہ۔ عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ البتہ ضرور ضرور میری امت پر (ایسا زمانہ آئے گا) جیسا کہ بنی اسرائیل پر آیا تھا۔ جس طرح ایک جوتہ دوسرے جوتے کے برابر ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ اگر ان میں سے ایسا شخص ہوگا جو اپنی ماں کے پاس علانیہ آیا تھا۔ (یعنی علانیہ اپنی ماں سے زنا کیا تھا) البتہ میری امت میں بھی ایسا شخص ہوگا جو یہ کام کرے گا۔ اور تحقیق بنی اسرائیل بہتر فرقوں میں بٹ گئے اور میری امت تہتر فرقوں میں بٹے گی۔ سوائے ایک جماعت کے سبھی دوزخ میں جائیں گے۔ لوگوں نے عرض کی یا رسول اللہ وہ کونسی جماعت ہوگی۔ فرمایا جس طریقہ پر میں (ہوں)۔ اور میرے صحابہ کرام ہیں۔

نتیجہ

بالکل صاف ہے کہ مسلمانوں میں سے بہتر فرقے دوزخ میں جائیں گے اور فقط ایک فرقہ بہشت میں جائے گا۔ اور وہ فرقہ وہی ہوگا۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام کے مسلک پر اپنے آپ کو چلائیگا

میں کسی فرقہ کا نام نہیں لیا کرتا

اے برادران اسلام اگر آپ خود سوچیں گے یا اپنے فرقہ کے علماء کرام سے پوچھیں گے تو آپ کو خود پتہ لگ جائے گا کہ آپ کا اور آپ کے صحابہ کرام کا طریقہ کون سا تھا۔

جو چیز

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ سے ثابت نہیں ہے اسے آپ کرتے ہیں تو کریں۔ لیکن جزو دین نہ بنائیے کہ جو شخص اس چیز کو نہ کرے

وہ اسلام سے خارج سمجھا جائے۔ یاد رکھو وہ چیز جو زائد ہم کرتے ہیں وہ جزو اسلام نہیں ہو سکتی۔

مثلاً

میں حنفی ہوں قرآن مجید اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلک صحابہ کرام کے بعد امام ابوحنیفہؒ کا اتباع کرتا ہوں اور حنفی کہلاتا ہوں

لیکن

کیا حنفی ہونا جزو اسلام ہے۔ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین امام ابوحنیفہؒ کے تابع تھے۔ ہرگز نہیں۔ اس لئے میں خود اگرچہ بعد از قرآن مجید اور حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلک صحابہ کرامؓ کے امام ابوحنیفہؒ کا اتباع کرتا ہوں۔ لیکن حنفی ہونا جزو ایمان نہیں سمجھتا۔ بلکہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد بن حنبلؒ کے متبعین کو بھی پکا اور سچا مسلمان سمجھتا ہوں۔

بلکہ

اگر بالفرض کوئی شخص قرآن مجید کے احکام کا متبع ہو۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا متبع اور صحابہ کرامؓ کے مسلک پر چلتا ہے اور کسی خاص امام کا متبع نہیں ہے۔ اس کو بھی مسلمان سمجھتا ہوں۔

اے علماء کرام

تشدد سے باز آؤ۔ اصل کو اصل رکھو اور زائد کو زائد سمجھو اور کسی مسلمان کو کافر کہنے سے بچا کرو۔ کہیں تم اس کی تکفیر کے باعث پکڑے نہ جاؤ۔ وماعلینا الا البلاغ۔

مجلس ذکر منعقدہ جمعرات ۱۹ محرم الحرام ۱۳۸۰ھ مطابق ۱۴ جولائی ۱۹۶۰ء

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ۔ اما بعد

انسان کے لئے مسلک صحیح کون سا ہے

سوائے انسان کے اللہ تبارک وتعالیٰ نے کسی مخلوق کیلئے "مصلح" انبیاء علیہم السلام نہیں بھیجے۔ اللہ تعالےٰ کی ہزاروں قسم کی مخلوق ہے۔ پرند۔ چرند۔ درند چوپائے کسی مخلوق کے لئے اللہ تعالےٰ نے پیغمبر نہیں بھیجے۔ وہ فطرت کے مطابق چلتے ہیں جس کام کیلئے بھیجے گئے ہیں۔ وہ اس کو باقاعدہ کرتے ہیں۔ گدھا اور گھوڑا ٹھیک چلتا ہے۔ لیکن یہ بدبخت انسان خدا کی نافرمانی کرتا ہے۔ گدھا مار بھی کھاتا ہے۔ بورے بھی ڈھوتا ہے گھوڑا سوار لے جاتا ہے۔ مگر یہ نہیں کہتا کہ تھک گیا ہوں۔ تین سواریاں ہوں چار نہ ہوں۔ ہر چیز اپنی فطرت کے مطابق چلتی ہے مگر بدبخت انسان خدا تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے۔ اس کو تھوڑا سا اختیار اللہ تعالیٰ نے دیا ہے۔ یہ اس کو غلط استعمال کرتا ہے گدھے اور گھوڑے کیلئے دوزخ نہیں ہے دوزخ انسان کے لئے ہے

اللہ تعالیٰ کی رحمت

نے تقاضا کیا کہ اسکی رہنمائی کی جائے۔ لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ سورۃ البقر آیت ۲۵۶ پ ۳

(ترجمہ) دین کے معاملہ میں زبردستی نہیں ہے بیشک ہدایت یقیناً گمراہی سے ممتاز ہو چکی ہے اب جس کا دل چاہے ہدایت پائے اور جس کا دل چاہے گمراہی اختیار کرے۔ اسلام میں جبر نہیں ہے شہنشاہی اعلان ہے فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ الکہف آیت ۲۹۔ پھر جس کا دل چاہے ایمان لائے اور جس کا دل چاہے کفر کرے۔ پیغمبر سب انسانوں کے لئے مصلح بن کر آئے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں۔ حضورؐ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ اب اللہ کے نیک بندے صلحاء امت آئیں گے۔ مصلح وہ ہوتا ہے۔ کہ جسکے دائیں ہاتھ میں قرآن ہو اور بائیں ہاتھ میں حدیث خیرالانام جس کے ہاتھ میں حدیث خیرالانام نہیں ہے وہ مصلح نہیں ہے۔ مصلح انسان کو تابع رضائے الٰہی بنانے کے لئے آتے ہیں۔

فرمان باری تعالیٰ

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ۝ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ ۝ (سورۃ التین آیت ۴-۵) ترجمہ بے شک ہم نے انسان کو بڑے عمدہ انداز میں پیدا کیا ہے۔ پھر ہم نے اسے سب سے نیچے پھینک دیا ہے۔

یعنی انسان اپنی بے راہ روی کے باعث گدھے سے بھی بدتر ہو جاتا ہے گدھا تو مالک مجازی کے بورے ڈھوتا ہے۔ مگر اُف نہیں کرتا۔ گدھا مار کھاتا ہے مگر یہ کبھی نہیں کہتا کہ آج میں بوجھ نہیں اٹھاتا۔ انسان کو اصلاح کی ضرورت ہے۔ انبیاء علیہم السلام انسان کی رہبری کے لئے آتے ہیں۔ سوائے انسان کے اور کسی مخلوق کے لئے نبی نہیں آئے۔ فِعْلُ الْحَكِيْمِ لَا يَخْلُوْا عَنِ الْحِكْمَةِ خدا تعالےٰ حکیم ہے۔ یہ اسکی حکمت ہے کہ پیغمبر بھیجے۔ نبیوں کی رہنمائی کے سوا انسان ٹھیک راستے پر چل نہیں سکتا۔ نبی آکر انسان کو ڈراتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نبی آخر الزمان ہیں اس پر ہمارا ایمان ہے۔ حضورؐ کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازہ کے غلام یہ ڈیوٹی سرانجام دیں گے۔

انبیاء علیہم السلام نے خدا تعالیٰ سے علم پایا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ وعلماء کرام کو علم پہنچایا۔ انبیاء علیہم السلام کی تعلیم کی انسانوں کو ضرورت ہے تعلیم دین کے سوا کوئی تعلیم ہی نہیں ہے۔ بلکہ سب جہالت ہے۔ یہ اپنے فرائض پیدائش کو سمجھ ہی نہیں سکتا۔ پرائمری سے ایم اے

اور ایل ایل بی۔ پی ایچ ڈی کے کورس میں کلمہ طیبہ بھی نہیں تھا۔

انسان کی خلقت کا مقصد خدا کی اطاعت ہے۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ۝ مَا أُرِيدُ مِنْهُمْ مِنْ رِزْقٍ وَمَا أُرِيدُ أَنْ يُطْعِمُونِ ۝ سورۃ الذاریت آیت ۵۶ ۔ ۵۷ پ ۲۷۔ ترجمہ اور میں نے جن اور انسان کو جو بنایا ہے تو صرف اپنی بندگی کے لئے۔ میں ان سے کوئی روزی نہیں چاہتا ہوں اور نہ ہی چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کھلائیں۔

بندہ آمد از برائے بندگی
زندگی بے بندگی شرمندگی

بعض انسان قیامت کے دن کہیں گے جبکہ انہوں نے دین کسی سے نہ سیکھا ہوگا رَبَّنَا إِنَّا أَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَاءَنَا فَأَضَلُّونَا السَّبِيلَا ۝ رَبَّنَا آتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيرًا (سورۃ الاحزاب پ ۲۲ آیت ۶۷-۶۸) ترجمہ۔ اے ہمارے رب ہم نے اپنے سرداروں اور بڑوں کا کہا مانا۔ سو انہوں نے ہمیں گمراہ کیا۔ اے ہمارے رب انہیں دوگنا عذاب دے اور ان پر بڑی لعنت کر بڑوں سے مراد ابا اور اماں ہی ہیں۔ جنہوں نے پرائمری سے لے کر ایم اے تک تو پڑھایا۔ مگر انہوں نے ہمیں تیرا راستہ نہ بتایا۔ تیرا دین نہ سکھایا۔ انبیاء علیہم السلام والی تعلیم سکولوں کالجوں میں کہاں ہے؟۔ انگریز کو تو اپنی حکومت کی مشینری چلانے کے لئے کل پرزوں کی ضرورت تھی۔ اس لئے اس نے اپنے مطلب کی تعلیم دلائی۔ یاد رکھو انسان کو تعلیم اسلام کی اشد ضرورت ہے۔ تم اللہ کی یاد کو مقصد حیات بنالو۔ روزی مت کماؤ۔ عورتیں مرد مقصد حیات کو پورا کرو خدا نے روٹی مفت دینی ہے۔ آؤنا سودا کرلو۔ دن رات خدا تعالےٰ کی یاد کرو۔ یعنی مقصد حیات پورا کرو۔ پھر دیکھو اللہ تعالےٰ تمہارا رزق بھیجتا ہے کہ نہیں وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا (سورۃ ہود پ ۱۲۔ آیت ۶) ترجمہ۔ اور زمین پر کوئی چلنے والا نہیں۔ مگر اسکی روزی اللہ پر ہے

(۲) إِنَّ اللَّهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِينُ ۔ ترجمہ۔ بیشک اللہ ہی بڑا روزی دینے والا۔ زبردست طاقت والا ہے۔ اتنی زبردست ضمانت کے باوجود اکثر آدمی بندگی نہیں کرتے۔ جس کام کے لئے خدا تعالےٰ نے پیدا کیا ہے۔ وہ پورا نہیں کرتے۔

اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ وَلَا تَعْدُ عَيْنَاكَ عَنْهُمْ (سورۃ الکھف آیت ۲۸ پ ۱۵) تم ان لوگوں کی صحبت میں رہ جو صبح اور شام اپنے رب کو پکارتے ہیں۔ اُسی کی رضامندی چاہتے ہیں۔ اور تو اپنی آنکھوں کو اُن سے نہ ہٹا۔

اس قسم کے بندے ہر دور ہر زمانہ میں پیدا ہوں گے۔ ڈگریاں پانے کیلئے امریکہ جاتے ہو۔ لیکن خدا کو راضی کرنے کے لئے ہادی کے پاس نہیں آتے شیطان اولاد آدم کو گمراہ کرنیکا ٹھیکہ لے کر آیا ہے قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ ۝ إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ ۝ (سورۃ ص آیت ۸۳) ۔ ترجمہ۔ عرض کی تیری عزت کی قسم میں ان سب کو گمراہ کردوں گا۔ مگر ان میں جو تیرے خالص بندے ہونگے انسان کو جہنم سے بچانے کے لئے انبیاء علیہم السلام آتے ہیں۔ اب انبیاءؑ کا دور ختم ہو چکا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔ اب حضورؐ کے دروازہ کے غلام آیا کرینگے۔ وہ مخلوق خدا کو راہ راست کی طرف بلائیں گے۔ جو آئے گا۔ وہ بچ جائے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وارث کون ہیں؟ بی اے ایم اے ہیں یا علماء کرام۔ تعلیم علماء کرام سے پاؤ۔ اور ان میں سے اللہ والوں کی صحبت میں آؤ۔ العلماء ورثۃ الانبیاء والانبیاء لم یورثوا دینارا ولا درھما وانما ورثوا العلم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تعلیم بھی دیتے تھے اور تزکیہ بھی فرماتے تھے۔ انبیاء علیہم السلام کی وراثت کے حقدار علماء کرام ہیں۔ انبیاء علیہم السلام نے ورثہ میں علم چھوڑا ہے جو کہ علماء تک پہنچا ہے۔ انبیاء علیہم السلام نے وہ علم خدا تعالےٰ سے پایا اور علماء کرام کو دے گئے ہیں۔

کم بخت انسان کو اللہ تعالےٰ نے جو تھوڑا سا اختیار دیا ہے اس کو تو غلط استعمال کرتا ہے اور انبیاءؑ کو جھٹلاتا ہے پھر مار کھاتا ہے۔ سب سے پہلے نوح علیہ السلام کی قوم نے مار کھائی۔ اور تباہ ہوئی۔ پھر ہود علیہ السلام کی قوم نے انہیں جھٹلایا۔ اور مار کھائی۔ پھر قوم ثمود کی باری آئی پیغمبر کی مخالفت کی اور ذلت ولعنت کی موت مرے اللعنۃ البعد من الرحمۃ عقل کے اندھے پیغمبر کی نافرمانی کے جرم میں عذاب الٰہی میں گرفتار ہوئے اور جوتے کھا کر ذلت کی موت مرے

اللہ تعالےٰ کی سب مخلوق فطرت کے مطابق چلتی ہے۔ مگر انسان آیا تو عبادت کیلئے ہے۔ لیکن سب کام کرتا ہے صرف عبادت نہیں کرتا۔ دن بھر دوکان میں بیٹھا رہتا ہے۔ رات کو گھر جا کر سو جاتا ہے۔ لیکن خدا کو سجدہ نہیں کرتا۔ رسول اللہؐ کی اُمت میں ۷۳ فرقے ہونگے۔ ۷۲ تو گمراہ ہونگے۔ ان میں مولوی بھی ہونگے۔ عالم بھی ہونگے اسی لاہور میں ایسے کئی گمراہ فرقے موجود ہیں۔ لیکن میں نام کسی کا نہیں لیتا۔ میری عادت ہے کہ نہ کسی شخص کا نام لیتا ہوں نہ کسی فرقے کا۔

خلاف پیمبر کسے راہ گزید
کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

یہاں آپ اصلاح کے لئے آتے ہیں خدا تعالےٰ آپ کو سیدھے راستہ پر لانا چاہتا ہے۔ سیدھا راستہ فقط قرآن ہے اور اسکی شرح حدیث خیر الانام

میں تحقیق سے کہتا ہوں کہ جو منکر حدیث ہے وہ منکر قرآن ہے جو منکر قرآن ہے وہ خارج از اسلام ہے۔ یعنی بے ایمان ہے۔

اللہ تعالےٰ کی مراد تو رسول اللہؐ ہی سمجھا سکتے ہیں۔ قرآن مجید میں حکم ہے اقیموا الصلوٰۃ نماز قائم کرو۔ مگر نماز سے کیا مراد ہے؟ زکوٰۃ کا حکم ہے وَاٰتُوا الزَّکوٰۃ زکوٰۃ دو۔ زکوٰۃ سے کیا مراد ہے؟ نماز سے وہ نماز مراد ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھ کر سکھائی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان کردہ نماز کا انکار کرنا کفر ہے۔ جو قیامت کے دن کامیابی حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اس کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر نماز پڑھنی چاہیئے اگر ایک آدمی گوڑھ مار کر بیٹھ جاتا ہے اور دعا کرتا ہے اور کہتا ہے صلوٰۃ کے معنی دُعا کے ہیں ہم اس کو مسلمان نہیں کہیں گے۔

انگریز کے وقت میں جب کبھی اس پر

مصیبت آئی تو میاں صاحب۔ چوہدری صاحب نے انگریز کی مدد کی۔ ڈپٹی کمشنر نے خاں صاحب کا خطاب دلوا دیا۔ پھر انگریز پر دوبارہ مصیبت آئی۔ اور جوتے پڑے تو خاں صاحب نے پھر بہت سا روپیہ چندہ دیا۔ تو انگریز کی خیر خواہی کرنے پر خان بہادر کا خطاب مل گیا۔ غرض خاں صاحب، خان بہادر۔ نواب صاحب۔ اور سر سب انگریز کے دیئے ہوئے خطاب تھے۔ نہ کہ اللہ کی طرف سے آئے ہوئے تھے۔ یہ وہ لوگ تھے جن کو دنیا مقصود تھی۔ ان کو مذہب سے کوئی واسطہ نہ تھا۔ ان کا مقصد حیات خدا کی رضا نہیں۔ اگر اللہ تعالٰے کا قرب اور اس کی رضا چاہو تو اللہ والوں کے پاس آؤ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضورؐ کے دروازہ کے غلام آئیں گے جو جہنم اور جنت کا فرق کر کے دکھائیں گے اور واضح کر کے خلق خدا کو سمجھائیں گے۔ اللہ تعالٰے اپنی رضا کو مقصود بالذات بنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ اگر روپیہ کماتے رہے اور خدا کی عبادت نہ کی۔ پھر خدا تعالٰے ناراض ہو گیا تو کیا فائدہ یہ باتیں اللہ والوں کی صحبت کے بغیر حاصل نہیں ہوتیں

خدا تعالیٰ پر اعتماد

ہر کسی کو نہیں ہوتا۔ خدا تعالیٰ پر اعتماد پیغمبروں کو ہوتا ہے۔ سورہ فرقان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اعلان کرایا گیا ہے۔ قُلْ مَا اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِلَّا مَنْ شَاءَ اَنْ يَّتَّخِذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا۔ ترجمہ۔ کہہ دیجئے۔ میں اس پر (خدمت دین) پر تم سے کوئی مزدوری نہیں مانگتا۔ مگر جو شخص اپنے رب کی طرف راستہ معلوم کرنا چاہے۔ پیغمبر کمانے کے لئے خدا پر بھروسہ کرتا ہے۔ اگر تمہارا نفس اتنا کمزور ہے کہ توکل نہیں کر سکتے تو بیشک کام کرو اور کماؤ۔ مگر مقصود یاد الہٰی ہو۔ اللہ تعالٰے مجھے اور آپ کو صحیح نصب العین خدا کی رضا بنانے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔ جن کو رضائے الہٰی مقصود ہو کہ ہر کام میں اللہ راضی رہے تو نفسانیت مٹ جائے گی۔ یہ رنگ گھر بیٹھے نہیں چڑھتا۔ صحبت میں آنے سے یہ رنگ چڑھے گا۔ حضرت [رحمۃ اللہ علیہ] دین پوری رحمۃ اللہ علیہ کی تین چار صاحبزادیاں تھیں۔ شام کو نماز کے لئے آتے تو ہماری اماں جی کو کہہ آتے کہ بیٹی کو نہلا دھلا کر نئے کپڑے پہنا کر تیار کر رکھنا۔ عشا کی نماز پڑھ کر مسجد ہی میں دولہا کو بلاتے۔ اور نکاح پڑھا کر رخصت کر دیتے۔ لطف کی بات یہ ہے کہ دولہا کو پتہ بھی نہیں ہوتا کہ آج میرا نکاح ہے۔ نہ ڈھولکی نہ گانا بجانا نہ سہرا۔ مسلمانوں میں عموماً سوائے خطبہ نکاح کے اور سب رسمیں کفر کی ہیں۔ سہرا بھی کفر۔ سر بالا بھی کفر۔ ہاتھ میں چھری بھی کفر۔ سوائے سادات کرام اور انصاری حضرات کے باقی ہم سب گنگا رامی ہیں۔ ہندوؤں کی نسل ہیں۔ اور مسلمان ہو کر شرم نہیں آتی۔ ہندوانہ رسمیں کرتے ہیں۔ شادی والے گھروں میں شام کو ہی عورتیں ڈھولک بجانا شروع کرتی ہیں اور صبح کی نماز کے بعد بند کرتی ہیں۔ ہم رام راہیوں کی اولاد ہیں پہلے رام رام کرتے تھے۔ اب اللہ اللہ کرتے ہیں۔ پہلے بتوں کو پوجتے تھے۔ اب قبروں پر چڑھاوے اور سجدے کرتے ہیں۔ وما علینا الا البلاغ

از جناب چودھری عبدالرحمان خان صاحب

بے پردگی اور مرد

چند روز ہوئے راولپنڈی کے ایک مؤقر روزنامہ میں ایک غیور مسلم خاتون کا خط شائع ہوا تھا۔ جس میں اس نے خواتین کی بے پردگی اور بے راہ روی کے لئے مردوں کو مجرم قرار دیا ہے۔ ہم اس خط کی نقل درج ذیل کرتے ہیں:۔

یہ معلوم کر کے تو بے حد دکھ ہوا کہ جنس مخالف (مردوں) کو ہم مجبور و بے بس لڑکیوں سے شکائت ہے بھئی آپ ہی ہمارے باپ، آپ ہی ہمارے بھائی، اور آپ ہی ہمارے شوہر ہیں اور ایسے بلند درجے رکھتے ہوئے، آپ کو ہم پر ہر طرح سے فوقیت حاصل ہے، آپ اگر چاہیں تو ہم پہ پوری طرح کنٹرول رکھ سکتے ہیں۔ آج کے ماحول میں آپ کو جتنی بھی سلجھی ہوئی لڑکیاں یا خواتین ملیں گی۔ ان پر یقیناً آپ کا دباؤ ہوگا۔ اور آپ کی بے توجہی ہی سے تو لڑکیاں بے راہ ہوتی ہیں۔ آپ ہی کورانہ اعتبار کرتے ہیں ہم پہ اور فخریہ کہتے ہیں کہ بھئی مجھے تو اپنی بیٹی پر کامل اعتبار ہے۔ اور وہ بھی میرے اعتبار کو ٹھیس نہ پہنچائے گی۔ آپ کا یہ اعتبار بجا۔ لیکن دانشمندی کا اقدام نہیں، چونکہ اس اعتبار کا ناجائز فائدہ بھی تو اٹھایا جا سکتا ہے، اگر آپ کے دل میں واقعی کوئی اصلاحی مقصد ہے تو اپنی لڑکیوں پر جائز حد تک دباؤ ڈالئے اور آپ دیکھیں گے کہ وہ کس حد تک سدھر جائیں گی۔ میں خود عورت ہوں۔ اس لئے نسوانی نفسیات کو سمجھتی ہوں۔ ایک اور چیز یہ ہے کہ آپ سب خواتین کے پردے پر زور دے رہے ہیں۔ گستاخی معاف، غنڈہ گردی کے خلاف کی درخواست آپ سے بے پردہ نہیں بلکہ باپردہ لڑکیوں نے کی ہے، بے پردہ لڑکیوں کو تو مہذب غنڈوں سے کوئی شکایت نہیں۔ ان کی طرف تو کوئی آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھ سکتا۔ افتاد تو غریب باپردہ، باضمیر مسلمان لڑکیوں پر پڑتی ہے۔

امید ہے کہ جہاں تک آپ سے ہو سکے گا۔ آپ اپنی بہنوں، بیٹیوں اور بیویوں پر کنٹرول رکھیں گے۔ ورنہ اگر آپ انہیں اپنے ساتھ سرکس میں عریاں ڈانس دکھانے یا فلم دکھانے جائیں اور بعد میں وہ بے راہ رو ہو جائیں تو اس میں بیچاری بیچاریوں کا کیا قصور؟

باقی صفحہ ۱۳ پر

لال دین اخگر بی۔ اے۔ بی۔ ٹی

علامہ اقبال اور موجودہ معاشرہ

مذہب کی ضرورت:

عقل ہرزہ کار نے جب کبھی مذہب سے بیزاری کا اظہار کیا، تو انسانی ضمیر نے فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَ تَقْوٰىهَا (پس سمجھ دی اس کو گناہ اور بچ کر چلنے کی) کا پورا ثبوت پیش کیا۔ الہامی تعلیمات نے ہر زمانے میں حق و صداقت کے طالبوں کی تشنگی بجھانے کا سامان مہیا کیا۔ اگرچہ دنیاوی مشاغل کی کثرت نے عوام کے اذہان پر غیر روحانی خیالات کو مسلط کر دیا اور الہامی روشنی کے طالب بھی آخر مرور ایام میں تاریکیوں کو اجالوں سے تعبیر کرنے لگے اور اپنی عقل کے فتووں کو آسمانی ہدایت کا ہم پلہ گرداننے لگے۔ مگر ہم انسانی تاریخ کی پوری ورق گردانی کے بعد یہ دعویٰ کرنے میں حق بجانب ہیں کہ ابتدائے آفرینش سے لے کر آج تک اولادِ آدم نے مذہب سے بیزار ہو کر، یا کلیتہً بے نیاز ہو کر زندگی کا ایک دن بھی بسر نہیں کیا۔ توحید پرست نے ایک مذہب کا اعلان کیا مگر بتوں کا پجاری، درختوں کو سجدہ کرنے والا، آگ میں الوہیت کے بارے ماننے والا اور باقی غیر اللہ میں سے کسی ایک کو الٰہ یقین کرنے والا بھی اپنے آپ کو ایک مذہب کا پابند سمجھتا ہے اس کا دعویٰ ہے کہ میرا مذہب سچا ہے اور باقی گرد و پیش کے مذاہب میرے مقابلے میں باطل پر ہیں كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ کا نفسیاتی نکتہ اس حقیقت پر شاہد ہے۔ ڈاکٹر لیبان فرانسیسی جن کے دل و دماغ نے نفسیات کی منتشر جزئیات کو یکجا کر کے علم النفس (PSYCHOLOGY) مدوّن کیا اور بعد ازاں اس سلسلے میں (CROWDS) روح الاجتماع کے نام سے ایک کتاب لکھی جس میں انہوں نے اپنے وقت کو جماعتوں کا دور قرار دے کر جماعتوں کے افکار و اعتقادات اور جذبات و احساسات پر نہایت بصیرت سے تبصرہ کیا ہے۔ اپنی کتاب میں دعویٰ کرتے ہیں کہ دنیا کی کوئی تحریک اس وقت تک بار آور نہیں ہو سکتی جب تک اس کو مذہبی رنگ نہ دیا جائے۔ مذہب کی اہمیت کو پیش کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:—

"پس اب ہم کو اس بات کا بار بار دہرانا کچھ بیکار سا نظر آتا ہے کہ جماعت کو ایک دین اور مذہب کی ہمیشہ ضرورت رہتی ہے اور جب تک کوئی مذہبی عقیدہ اس کے دل و دماغ پر غلبہ حاصل نہیں کر لیتا اس وقت تک اس کے قوائے عمل شل اور اس کے اعضاء بے حس و حرکت رہتے ہیں پھر یہ بھی ضروری نہیں کہ اس مذہبی عقیدہ میں بھی ان عقاید کی طرح جو الہامی مذاہب نے دنیا کو تلقین کیے ہیں، روح، خدا، جزا و سزا وغیرہ کی حقیقت تسلیم کی گئی ہو اور یہ مذہب بھی دیگر مذاہب کی طرح اس قسم کے عقیدوں پر مشتمل ہو ورنہ اگر الحاد و دہریت کو بھی مذہبی رنگ میں لا کر جماعت کے سامنے پیش کیا جائے تو وہ اس مذہب کو بھی اسی جوش و خروش کے ساتھ قبول کرے گی جس طرح وہ الہامی مذاہب کو بلا چون و چرا تسلیم کر لیتی ہے۔"

آگے چل کر اس نے نہلسٹ فرقہ کے ایک آدمی کی داستان یوں بیان کی ہے:

"کہ اس شخص کو ایک دن یہ خیال پیدا ہوا کہ لوگوں کا گرجوں میں تصویروں اور بتوں کی پوجا کرنا، قدیم زمانے کے توہمات میں سے ہے۔ یہ خیال پیدا ہوتے ہی اس نے بزرگانِ دین کی تصویروں کو جو ایک گرجے میں لٹک رہی تھیں، زمین پر پھینک دیا۔ شمعوں کو، جو گرجے کے اندر جا بجا جل رہی تھیں، گل کر دیا اور ان تصویروں کی جگہ دہریہ فلاسفہ میں سے بوخنز اور مولیشاٹ کی تصانیف لا کر رکھ دیں۔ اس کے بعد اس کی حالت میں پھر تغیر پیدا ہوا۔ تقویٰ کا جنون اس پر پھر سوار ہوا۔ اب اس نے انہی کتابوں کے گرد موم کی شمعیں روشن کر دیں اور تصویروں کو اپنی جگہ پر لٹکا دیا۔ اس واقعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ انسان کے ان عقاید میں جو ارثاً حاصل ہوتے ہیں بڑی مشکل سے تغیر پیدا ہوتا ہے۔" ڈاکٹر موصوف اپنے بیان کے اختتام پر لکھتے ہیں:

"یہ مذہب ہی کی کرشمہ سازیاں ہیں کہ وہ لوگ جو نہایت امن و سکون کے ساتھ زندگی بسر کر رہے تھے۔ یک بارگی درندہ خصلت بن جاتے ہیں۔ امن و تہذیب کا خیال بالائے طاق رکھ دیا جاتا ہے اور آتش و آہن کا استعمال شروع ہو جاتا ہے کیا کوئی ظالم سے ظالم بادشاہ بھی لوگوں کے دلوں میں ایسا زبردست اعتقاد پیدا کر سکتا ہے کہ وہ خوشی خوشی دہکتی ہوئی آگ میں کود پڑیں۔"

تمہیدی سطور میں ان حقائق کو پیش کیا گیا ہے جن کو بلا امتیاز مذہب و ملت ہر انسان کی طبع سلیم ماننے پر مجبور ہے۔ دراصل ہم نے اس حقیقت کو واضح کرنے کی کوشش کی ہے کہ مذہب غلط ہو یا صحیح۔ الہامی انوار کا مجموعہ ہو یا تاویلات کا گھروندہ بن کر رہ گیا ہو، اس کے ماننے والے اپنے اندر اس کی حفاظت اور اس کے اجرا کا ایک والہانہ جذبہ ضرور رکھتے ہیں۔ یہ بھی یاد رہے کہ مذہب کی فلسفیانہ تعریف (DEFINITION) یہ ہے کہ وہ احساس جو عقیدہ بن کر دل میں بیٹھ جائے اور انسان اس کے اپنانے کے بعد فطری طور پر اس کی تبلیغ و اشاعت پر مجبور ہو، اس کو مذہب (FAITH) کہتے ہیں۔

تحریر بالا نظریہ کی روشنی میں ہم علانیہ یہ الفاظ حوالۂ قلم کرنے کی جسارت کرتے ہیں کہ دورِ حاضرہ کا نام نہاد مسلمان طبقہ جو قرآن پاک کی الہامی تعلیمات اور احادیث مقدسہ کی نورانی ہدایات کو کن انکھیوں سے دیکھتا ہے مسلم اور غیر مسلم دنیا کے مفکرین کے اعتبار سے اس کا یہ عمل ہر لحاظ سے نشانۂ تضحیک بننے کے قابل ہے سوائے اس کے کہ ان بر خود غلط لوگوں کو صاف صاف الفاظ میں یہ کہہ دیا جائے کہ جناب! آپ کو ماحول کی تاریکیوں اور فرنگی تہذیب کی الحاد پرور سمیّت نے صحیح فطری احساسات سے یکسر محروم کر دیا ہے لہٰذا مذہب کی اہمیت کا مسئلہ اور روحانیت کی احتیاج کا تذکرہ اگر آپ کو ناگوار گزرتا ہے تو کچھ بڑی بات نہیں ہے مگر یہ یاد رہے کہ تمام ادوار میں مذہب سے نفور اور ادھر مذہب کی محبت میں مخمور دونوں طرح کے لوگ پائے جاتے رہے ہیں اس لیے آپ کا وجود کوئی نئی چیز نہیں ہے

اگر یہ معاملہ اسی حد تک رہے تو چنداں خیر ہے مگر ہم نے دیکھا ہے، کہ مسلمان کہلانے والے الحاد نواز لوگوں نے اپنی آواز کو اس قدر بلند کر رکھا ہے کہ ان کے

مقابلے میں ہر حق پرست کو منظرِ عام پر آ کر ان کی تردید کرنا ضروری ہو گیا ہے مگر ہم مصلح قوم، ہمدرد مذہب و ملت علامہ اقبال مرحوم کی زبان سے ان لوگوں کی اصلاح کروانا چاہتے ہیں۔ کیونکہ بقول مردے "ان کا علامہ اقبالؒ پر پورا ایمان ہے۔"

واقعات نگاری اور الزام تراشی دو مختلف چیزیں ہیں۔ اس موقع پر ، ان آوازوں کو نہایت اختصار سے پیش کیا جائے گا جو ہمارے بھائیوں کے منہ سے اکثر و بیشتر نہایت فخر سے نکلتی رہتی ہیں۔ افسوس یہ ہے کہ بے دینی کے اس غلغلہ کو نہایت تحکمانہ لہجہ میں پیش کیا جاتا ہے اور اسلام جیسے پاکیزہ مذہب کی تذلیل کی جاتی ہے ؎

حیف گر در ایں پس امروز شود فردائے ما

"اسلام چند قیود کا نام ہے۔ اسلام بدوی تہذیب کا حامل ہے۔ قرآن وحشیانہ تعزیرات کو روا رکھتا ہے۔ اسلامی دستور کو آج تک کسی زمانے میں بھی مروج نہ کیا جا سکا۔ اسلامی قوانین زمانے کے بدلتے ہوئے حالات کا ساتھ دینے سے قاصر ہیں۔ قرآنی اصول کی پابندی راہِ ترقی میں رکاوٹیں پیدا کرتی ہے۔"

امارت کا نشہ اور تہذیب فرنگی کی پسندیدگی خدا کی پناہ! عیاشی نے مرد و زن کے رجحانات کو یک قلم بدل دیا۔ سینما گھروں کی آبادی، مردوں اور عورتوں کا علانیہ ناچ گھروں میں جا کر برہنہ رقاصی میں شامل ہونا، بازاروں ہوٹلوں، سیرگاہوں پکنکوں، شراب خانوں، قمار خانوں میں پوری سج دھج سے دلربایانہ نمائش۔ سکولوں، کالجوں اور دفتروں میں صنفِ نازک کے داخلے کی اہمیت۔ ثقافتی میلوں کی ابلیسی فضائیں اور سبھائیں ـــ الاماں! صد ہزار بار الاماں! اگر کسی نے ان کے خلاف آواز اٹھائی تو اس کو دقیانوسی مُلا کہہ کر خاموش کرنے کی کوشش کی گئی۔ اللہ! اللہ! اپنی بدعنوانیوں اور اسلام سے روگردانیوں کو ترقی یافتہ ممالک کی تہذیب بتایا گیا اور پہلے سے بھی زیادہ اسلامی شعار کا مذاق اڑایا گیا۔ قرآنی نظام کو مُلا ازم اور علمائے کرام کو مُلا کے حقارت آمیز الفاظ سے یاد کیا گیا۔ ہائے ہائے۔ ہم مسلمان ہونے کے دعویدار ہیں۔ ہم قرآن حکیم کو ماننے والے ہیں۔ ہم رسول ہاشمی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام لیوا ہیں۔ ہماری اس لیستیٔ احوال اور بدکرداری پر علامہ اقبال مرحوم کی نگاہیں پڑیں تو نہایت تلخ نوائی سے ان الفاظ میں ہماری سرزنش کی:

ہر کوئی مست مئے ذوقِ تن آسانی ہے
تم مسلماں ہو؟ یہ اندازِ مسلمانی ہے؟
حیدری فقر ہے نے دولتِ عثمانی ہے
تم کو اسلاف سے کیا نسبت روحانی ہے
وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہو کر
اور تم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر

اس سے پہلے ایک بند میں نہایت غضب ناک مگر مصلحانہ انداز میں فرما رہے ہیں (اللہ تعالیٰ علامہ مرحوم کو فردوسی فضاؤں میں درجاتِ عالیہ عطا فرمائے علماء پر پھبتیاں اڑانے والوں کی خوب خبر لیتے ہیں) ملاحظہ ہو ؎

شور ہے، ہو گئے دنیا سے مسلماں نابود
ہم یہ کہتے ہیں کہ تھے بھی کہیں مسلم موجود
وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
یہ مسلماں ہیں! جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود
یوں تو سید بھی ہو مرزا بھی ہو افغان بھی ہو
تم سبھی کچھ ہو بتاؤ تو مسلمان بھی ہو؟

افسوس! ہماری ہوسناکیوں اور ہوس رانیوں کی وجہ سے اسلام جیسی بلند مرتبت تہذیب نے شکست کھائی۔ ہمارے تمدن اور معاشرے میں غیر اسلامی رنگ نظر آنے لگا۔ وائے شومیٔ قسمت! ہم نے حلال و حرام کے الفاظ کو اپنی شبانہ روز گفتگو سے بالکل ہی خارج کر دیا اب زمانے نے ہمیں مسلمان سمجھ کر معاف کرنے کا ہرگز ہرگز ارادہ نہ کیا مگر باقی اقوام کے مقابلے میں ہم سے کوئی ناانصافی بھی روا نہیں رکھی۔ یاد رہے زمانہ بحکم پروردگار روزِ ازل سے ایک خاص ڈگر پر چل رہا ہے ـــ سوتوں کو جگانا اور جاگتوں کو تھپکی دے کر سلانا اس کے دستور العمل میں شامل نہیں ہے بلکہ اس کی آواز سُن لیجئے ؎

نہ تھا اگر تو شریکِ محفل قصور میرا ہے یا کہ تیرا؟
مرا طریقہ نہیں کہ رکھ لوں کسی کی خاطر مئے شبانہ

یہ حقیقت ثابتہ ہے کہ قوموں کی ترقی و تنزل کا تعلق فقط افراد کے اعمال و افعال سے ہے۔ اقوام اپنے کردار سے بنتی اور بگڑتی ہیں۔ جہاں تک اسلام کا تعلق ہے۔ اسلامی اطوار و کردار کی صحیح تصویر پیغمبر انس و جان صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ حسنہ ہے اور ہم مسلمانوں کا اس پر ایمان ہے کہ رسول پاکؐ کی زندگی قرآنی احکام کے ہر منشا کی عملی تعبیر ہے۔ علاوہ ازیں غیر مذاہب کے انصاف پسند مفکرین نے بھی پیغمبر اسلام کو تمام کائنات کی ایک بے نظیر شخصیت تسلیم کیا ہے مگر ہماری محرومی کا یہ عالم ہے کہ ہمارے بھائی بلاتامل اسلام پر حملے کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ ان لوگوں کو اپنی متاعِ ایمان کی حفاظت کا خیال بھی نہیں رہتا۔ کاش! ان کی آنکھیں اندھی نہ ہو جاتیں اور وہ اپنے جواہر پاروں پر غیروں کے سنگریزوں کو ترجیح نہ دیتے۔ ان کو معلوم نہیں ہے کہ ان کی عقل پر پتھر پڑ گئے ہیں۔ وہ قرآنی آیات پر تدبر و تفکر نہیں کرتے ہیں۔ ہائے ان کے دل اندھے ہو چکے ہیں اور ان کے کان بہرے ہو گئے ہیں۔ وہ امریکہ برطانیہ اور روس کی مردم آزار پالیسی کو عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ وہ کالجوں میں بیٹھ کر اور کوٹھیوں میں عیش و عشرت کی زندگی بسر کرتے ہوئے لادینی کو تمام طرح کی ترقی کا ذریعہ سمجھتے ہیں، ان کے نزدیک قرآن حکیم ایک پرانی، ناقابلِ عمل اور بدوی تہذیب کی حامل کتاب ہے وہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث سے بیزار ہیں کیونکہ غیر فطری تہذیب و تمدن نے اپنے اثرات سے ان کی فطرت کو مسخ کر دیا ہے اور ساتھ ہی غیر اقوام کی کورانہ تقلید نے ان کی قوتِ نقد و نظر اور فکر و عمل کو شل کر دیا ہے۔ ان کی اس غلط روش کو دیکھ کر شاعرِ مشرق کا دل جل اٹھتا ہے تو فرماتے ہیں ؎

یہ کافری نہیں تو کافری سے کم بھی نہیں
کہ مردِ حق ہو گرفتارِ حاضر و موجود

قوم کی اس نفسیاتی پستی کے باوجود ہمارے نزدیک یہ مقام شکر ہے کہ یہ حضرات اگرچہ مولوی کی صورت سے بھی بدکتے ہیں مگر ڈاکٹر اقبال مرحوم کی ہر بات کو غور سے سُن لیتے ہیں اور اگر قارئین کرام ہمارے اس خیال کو خوش فہمی سے تعبیر نہ کریں تو ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ اس پر بعض حالات میں بعض خوش نصیب عمل بھی کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ لہٰذا ہم اس موقعہ پر مسیحی یورپ کی تمام تر تہذیبوں کے ظاہر اور باطن کے چند ارشادات اپنے بھائیوں کے سامنے پیش کرتے ہیں ممکن ہے کہ ان کو اپنی غلطی پر آگاہی حاصل ہو۔ وہ پھر سے مدنی تہذیب و تمدن کی فردوسی فضاؤں میں زندگی کے باقی دن بسر کریں اور اپنے پروردگار کو خوش کر لیں۔ سنیئے: ؎

اہلِ نظر ہیں یورپ سے نومید
ان امتوں کے باطن نہیں پاک

مرحبا! یورپ کی تمام اقوام کے تہذیب و تمدن، کردار و اطوار اور شبانہ روز کا فرانہ مشاغل پر غور فرما کر کتنے واشگاف الفاظ میں اور کس قدر مومنانہ فراست سے ارشاد ہوتا ہے

ان امتوں کے باطن نہیں پاک

اقوام مغرب کی اس روشِ حیات کے انجام پر اپنی دوررس نگاہوں سے دیکھ کر پیشین گوئی فرما

(باقی صفحہ ۱۴ پر)

لال دین اخگر بی اے۔ بی ٹی

"ہمارا لاہور"

شہر لاہور کو تاریخی لحاظ سے بڑی اہمیت حاصل ہے ۔ اگرچہ دلیؔ جیسے دار الخلافہ کے نمایاں نقوش اس میں نہیں پائے جاتے ۔ مگر صاحب ذوق کی نگاہوں میں لاہور کا ہر گلی کوچہ تہذیب حاضرہ کی پوری غمازی کر رہا ہے ، صحرا نشین لوگوں کی مشکل زندگی کا نقشہ وہی شخص کھینچ سکتا ہے جو برسوں نخلستانوں ، اور صحراؤں کی خاک چھان چکا ہو ، کوہستانی فضاؤں میں پلا ہوا نوجوان عالم کہولت میں پہنچ کر جفاکشی اور بلاکشی کے فلسفے کو جن سادہ مگر سچے الفاظ میں پیش کرتا ہے ، محض اسی کا حصہ ہے ۔ اسی طرح شہروں کی حسن و رعنائی کی زندگی کی تصویر کھینچنا اس انسان کا حق ہے ۔ جس نے کسی شہر میں جنم لیا ہو ۔ اور اس کی فضاؤں میں شباب و کہولت کی گھڑیاں گذاری ہوں ۔ خیر آج شہر لاہور کے متعلق ہم اپنے چند تاثرات ہدیہ قارئین کر رہے ہیں ۔

شاہی مسجد کے فلک بوس مینار اور شاہی قلعے کے دیرینہ خدوخال ہر راہگذر کے دل پہ ایک حیرت کی دنیا پیدا کرتے ہیں ۔ یہ اسلامی عظمت کا پارینہ مرقع ہے ۔ اور اہل بصیرت کے لئے گردش شام و سحر کی ایک عبرت انگیز داستان ہے ۔ المختصر ! ہم نے جب بھی اس کو دیکھا ۔ تو اس غیر فانی تصور میں محو ہو کر رہ گئے کہ ہائے وہ کونسا مبارک وقت تھا ۔ جب ہزاروں کی تعداد میں مسلمان سپاہی درویش صفت شہنشاہ اورنگ زیب علیہ الرحمۃ کی امامت میں نمازیں ادا کرنے کے لئے جیش در جیش قلعے سے باہر نکلا کرتے تھے ۔ ع

منظر رفتہ کی ہر ساعت میں ہے اک داستاں

مزارات کی فردوسی فضائیں لاہور کے دامن کو رحمت یزداں سے بھر رہی ہیں ۔ حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کا مبارک مرقد ۔ حضرت ایشاں مرحوم کا عوام کی نگاہوں سے مستور مزار حضرت شاہ محمد غوث مرحوم کا مزار ، حضرت میاں میر مرحوم کی بارگاہ پُر انوار اور عاشق رسولؐ علم دین شہید کا مزار اصحاب عقیدت کے لئے ہزاروں کیا لاکھوں جاذبیت کا مرکز بنے ہوئے ہیں ۔ کسی صاحب ذوق نے اس فدائے مصطفےٰؐ کے مزار کی دیوار پر یہ مصرعہ جلی قلم سے لکھ دیا ہے :۔

کوچۂ عشق ہے یہ ، رہگذر عام نہیں !

اور اندر جاکر دیکھئے تو سرہانے کے پتھر پہ آپ کو یہ شعر نظر آئے گا ؎

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

اس موقعہ پر ہم اپنے قابل فخر شاعر مشرق کو بھی فراموش نہیں کر سکتے ، جس کی نعش کو شاہی مسجد نے اپنے پہلو میں لینے کے لئے تقریباً ڈیڑھ صدی تک اپنی ، آغوش محبت کو کھولے رکھا ۔ ہاں ہاں ! ارباب جنوں کا مرجع اور اسلامیان عالم کو عالمگیر درس اخوت دینے والا سنگ مرمر کا سفید مرقد !

؎ نہ افغانیم و نے ترک و تتاریم
چمن زادیم و از یک شاخساریم
تمیز رنگ و بو بر ما حرام است
کہ ما پروردۂ یک نوبہاریم

لاہور کی چودہ پندرہ لاکھ کی آبادی علماء خیر سے بھی خالی نہیں ہے ۔ اس شہر میں حق پرست حق گو اور شہید کتاب و سُنت علماء دین اگرچہ کمیاب ضرور ہیں ، مگر نایاب نہیں ۔ ان کے وجود مسعود اور ان کی مساعی جمیلہ سے قرآن حکیم اس صدی سے آئندہ صدی کے مسلمانوں تک پہنچ کر رہے گا ۔ حفاظ اور قراء بھی اس بستی میں موجود ہیں ۔ جن کو ہم قرآن عزیز کے خدام میں شمار کرتے ہیں ۔ علاوہ ازیں وہ نوجوان بھی پائے جاتے ہیں ۔ جن کو بارہا آزمایا جا چکا ہے کہ وہ ناموس مصطفےٰؐ کی خاطر اپنی جان کو ہتھیلی پر رکھ کر راہ خدا میں نکل آتے ہیں ۔ ہم نے گولیوں کی بوچھاڑ کے سامنے سینہ تان کر ان کو توپوں کے دہانوں کی طرف بڑھتے ہوئے اور یہ رجزیہ پڑھتے ہوئے دیکھا ہے ع

ابھی تو کربلا کا آخری میدان باقی ہے

ہم نے اس موقعہ پر نہایت اختصار سے لاہور کی چند بابرکت چیزوں کا نام لیا ہے ۔ مگر ان محولہ بالا آثار و افراد سے صرف گنتی کے لوگوں کو قلبی تسکین حاصل ہوتی ہے ۔ کیونکہ یہ شہر لاہور جس کو اپنے ہر نقش حیات کے لحاظ سے اسلامی کلچر کا ایک گہوارہ ہونا چاہیئے تھا ۔ آج کل تہذیب مغرب کی ایک محبوب ترین تماشہ گاہ بنا ہوا ہے ۔ اکثر لوگ . . . . سینما گھروں کا طواف کرتے ہوئے نظر آتے ہیں ۔ کون نہیں جانتا کہ ان جگہوں میں جنسی جذبات کو ہر ممکن طریقے سے اُبھارا جاتا ہے درحقیقت لاہور کی آبادی کا ۹۸ فیصد طبقہ اس ابلیسی جنت کی بہاروں میں کھو چکا ہے ہائے ۔ ہائے ! لاہور میں صدیقی بھی ہیں ۔ فاروقی بھی ہیں ، عثمانی اور علوی بھی ہیں ۔ ہم حیران ہیں کہ یہ خلفاء راشدین سے اپنا حسب و نسب ثابت کرنے والے آج کدھر جا رہے ہیں ۔ ان کی ملی غیرت کو کیا ہوا ہے ؟ یہ اپنے اسلاف اور ان کے کارناموں کو کیوں فراموش کر چکے ہیں ؟ ان کو کون بتائے کہ صدیقی وہ تھے ۔ جو ہر لمحہ رسول ہاشمیؐ صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت میں سرشار رہتے تھے ۔ فاروقی وہ تھے ، جن کی بصیرت نے حق و باطل میں تمیز کر کے دکھائی ۔ عثمانی وہ تھے جو قرآن حکیم کی خدمت میں اپنی جانیں بھی قربان کرنے سے گریز نہیں کرتے تھے ۔ اور علوی وہ تھے جن کی برکت سے نبوی علم و عرفان کی بارشیں ہوتی رہیں ، اب کس کو یارا ہے کہ ان کو یقین دلائے کہ سینما گھروں نے فضائل انسانی کو رذائل بہیمیہ سے بدل دیا ہے ۔ انسان کی صالح فطرت کا تقاضا تھا کہ وہ عبادت الٰہی سے محظوظ و مسرور ہو ۔ مگر آج کل کے برخود غلط لوگوں کے مشاغل ان کو ایسے ماحول میں کھینچ کر لے جا رہے ہیں ۔ جس میں رہ کر ہدایت اور نجاتِ اُخروی کی توقع نہیں ہے ۔ وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ وَاِنَّهُمْ لَيَصُدُّوْنَهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ (جو شخص رحمان کی یاد سے آنکھیں بچائے ۔ ہم اس پر ایک شیطان کو متعین کر دیتے ہیں ۔ پھر یہ شیطان اس کا ہر وقت ساتھی رہے گا ۔ شیاطین کا گروہ ایسے انسانوں کو راہ ہدایت سے باز رکھتا ہے ۔ مگر یہ غلط فہم لوگ اپنے آپ کو سیدھی راہ پر سمجھتے ہیں ، ہدایت کی راہ تو اس کو میسر آتی ہے ۔ جو اس کا متلاشی ہو ، جو گمراہی کو صراط مستقیم سمجھے ۔ اس بدنصیب کا انجام کبھی بخیر نہیں ہو سکتا ۔

ہم اسلامیان لاہور سے مخاطب تھے ۔ اور ان کی روش حیات کو ان کے سامنے پیش کر رہے تھے ۔ ہمارے بیانات کی تصدیق کے لئے پولیس کی وہ محتاط رپورٹ کافی ہے ۔ کہ کالج اور سکول کے ساٹھ فیصد نوجوان چکلوں میں آتے جاتے ہیں ، مے نوشی میں عوام خواص سے آگے ہیں ۔ برہنگی کے جذبے نے صنف نازک کو موسمی لباس سے بھی محروم کر دیا ہے ۔ گویا

مشرم و حیا اور غیرت کا جنازہ نکل چکا ہے۔

لاہور کے موجودہ معاشرے پر خون کے آنسو بہانے کو دل اُمنڈ رہا ہے۔ گھروں میں ریڈیو سٹ پر نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کا فلمی گیتوں کی شہوت انگیز فرمائشیں سننا، ملبوسات کی رعنائی، مردوزن کی وضع قطع، لیکن اگر حسب و نسب کا پتہ لگاؤ تو کوئی قریشی، کوئی مرزا، کوئی سید، کوئی پٹھان، کوئی مفتی، کوئی میاں، اور اگر مذہب کی پوچھو، تو کوئی پکا حنفی، کوئی شیدائی سنت، کوئی عاشق رسول اور کوئی کربلائی شیعہ، اللہ اللہ! کنوئیں میں بھنگ پڑی، مسلمانانِ لاہور کو خیال ہی نہیں رہا۔ کہ ہم کیا ہیں۔ اور کیا کر رہے ہیں۔ حالانکہ قوم کی عمارت کے ستونوں کو دیمک چاٹ چکی ہے۔ بنیادیں کھوکھلی ہو چکی ہیں۔ مگر اس عمارت کے بسنے والے گہری نیند سو رہے ہیں۔ ہلاکت کے منہ میں آکر بھی متنبہ ہونے کا نام تک نہیں لیتے ان کو کون سنائے کہ ؏

تمہاری داستاں تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں

ملک کی اقتصادی حالت کو بہتر بنانے کی تجاویز سوچنے والے حضرات کیوں خاموش ہیں؟ ملک کی عسکری طاقت کا جائزہ لینے والے ماہرین حرب و ضرب توجہ فرمائیں سرحدات کی حفاظت اور استحکام کرنے والے مبصرین سر جوڑ کر بیٹھیں۔ اور سوچیں کہ لاہور شہر پاکستان کا دل ہے، اس کے نوجوانوں کے تمام تر اوقات نسوانی حرکات میں صرف ہوتے ہیں۔ ان کو دن رات اپنی کنگھی پٹی کی فکر دامنگیر ہے، ان کو سارا دن فلمی گیتوں کی تانیں مست رکھتی ہیں، ان کو خدائے پاک کی آخری کتاب سے نسبت نہیں ہے۔ وہ شومئی قسمت سے علمائے کرام سے نفور ہیں۔ وہ رسولِ انس و جاں کے اسوۂ حسنہ پر تہذیب مغرب کو ترجیح دیتے ہیں۔ ان میں نسائیت کے انداز پیدا ہو چکے ہیں، ان کی ضمیر پر شہوت کا بھوت مسلط ہے۔ ان کی اس کور باطنی کو دیکھ کر علامہ مرحوم فرماتے ہیں ؎

یہی زمانۂ حاضر کی کائنات ہے۔ کیا؟
دماغ روشن و دل تیرہ و نگہ بے باک

تو کیا ان حالات میں اور قوم کی اس اخلاقی پستی میں ملک دن بدن ترقی کرتا رہے گا؟ قوموں کی طاقت اور ملکوں کی حفاظت افراد قوم کے آہنی ارادوں اور ان تھک کوششوں سے وابستہ ہوتی ہے۔ اگر افراد میں جفاکشی کے جوہر ہی مفقود ہو گئے تو مستقبل میں ہم اپنی بدشعاری سے کہیں حریص اقوام کا تر نوالہ نہ بن جائیں۔

لہٰذا ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنے اعمال کا احتساب کریں۔ اپنی شبانہ روزہ زندگی کا جائزہ لیں اور سنبھل جائیں۔ نباضِ اقوام علامہ اقبال مرحوم کا فتوٰے ہے ؎

صورت شمشیر ہے۔ دستِ قضا میں وہ قوم
کرتی ہے جو ہر زماں اپنے عمل کا حساب

بقیہ بے پردگی صفحہ ۹ سے آگے

یہ خط مردوں کے لئے تازیانہ عبرت ہے انھیں چاہیئے کہ وہ اس خط کو بار بار پڑھیں اور علیحدگی میں بیٹھ کر غور کریں کہ خواتین کی بے پردگی اور بے راہ روی کے سلسلہ میں ان پر جو ذمہ داری عائد ہوتی ہے، وہ اس کو کہاں تک نبھا رہے ہیں۔

اس خط میں جو کچھ کہا گیا ہے، وہی بات اکبر الٰہ آبادی مرحوم مزاحیہ رنگ میں اس سے کئی برس پیشتر اپنی ایک شہرہ آفاق رباعی میں کہہ گئے ہیں فرماتے ہیں ؎

بے پردہ کل جو مجھ کو نظر آئیں چند بیبیاں
اکبرؔ زمیں میں غیرتِ قومی سے گڑ گیا
پوچھا جو میں نے بیبیو! پردہ کدھر گیا
کہنے لگیں کہ عقل پہ مردوں کی پڑ گیا

اس کے بعد مندرجہ ذیل خبر ملاحظہ ہو:—

کراچی کے ایک انگریزی ہفت روزہ اخبار نے "حسینۂ پاکستان" کا انتخاب کرنے کے لئے اکتوبر ۱۹۶۰ء میں مقابلے کا انتظام کرنے کا اعلان کیا ہے۔ جو خاتون "حسینۂ پاکستان" منتخب ہوگی اسے "حسینۂ عالم" کے مقابلہ میں شرکت کے لئے لندن بھیجا جائے گا۔ یہ مقابلہ ۸۔ نومبر ۱۹۶۰ء کو منعقد ہوگا، مقابلہ میں شریک ہونے والی خواتین کو انعامات دینے کا بھی اعلان کیا گیا ہے، اخبار مذکور نے امید ظاہر کی ہے کہ پاکستانی لڑکیاں مقابلہ میں حصہ لینے سے گریز نہ کریں گی، یہ اعلان وحشت اثر مندرجہ بالا خط کی حرف بحرف تائید کر رہا ہے۔ اعلان خواتین کی طرف سے نہیں بلکہ مردوں کی طرف سے ہو رہا ہے، ہماری رائے میں کوئی غیور مرد یہ گوارا نہیں کر سکتا کہ اس کی بیوی، بیٹی، بہن یا اس کے خاندان کی کوئی خاتون غیر محرموں کے سامنے اپنے حسن کی نمائش کرتی پھرے اس کے باوجود بعض لوگ اپنی غیرت سے دستبردار ہو کر پاکستان میں مغرب کی عریانی اور فحاشی کو رواج دینا چاہتے ہیں۔

ہمیں یہ دیکھ کر بڑی مسرت ہوئی کہ "حسینۂ پاکستان" کے مقابلہ کا اعلان ہونے کے فوراً بعد راولپنڈی کے معاشرتی اور مذہبی حلقوں نے اس کے خلاف پُر زور احتجاج کیا ہے ان حلقوں نے حکومت پر بھی زور دیا ہے کہ وہ ان افراد کے خلاف فوری کارروائی کرے جو اس ملک میں عریانی اور بے حیائی پھیلانا چاہتے ہیں۔ صرف راولپنڈی والوں کا احتجاج کافی نہ ہوگا۔ ضرورت ہے کہ پاکستان کے طول و عرض سے اس تحریک کے خلاف آواز اٹھائی جائے تاکہ آئندہ کسی کو ایسی تحریک جاری کرنے کی جرأت نہ ہو۔

آخر میں ہم مردوں سے عرض کرتے ہیں کہ اپنے گھر کی خواتین کو پردہ کی اہمیت سے آگاہ کر کے ان کو اس کی پابندی کرنے پر مجبور کریں ہمیں یقین ہے کہ انشاء اللہ ان کی اس کوشش کا اچھا نتیجہ نکلے گا۔

اگر مردوں نے اپنی ذمہ داری کو محسوس نہ کیا تو قیامت کے دن ان سے باز پرس ہوگی

بقیہ علامہ اقبال صفحہ ۱۱ سے آگے

رہے ہیں ؎

شفق نہیں مغربی افق پر یہ جوئے خوں ہے یہ جوئے خوں ہے
طلوعِ فردا کا منتظر رہ کہ دوش و امروز ہے فسانہ
وہ فکرِ گستاخ جس نے عریاں کیا ہے فطرت کی طاقتوں کو
اسی کی بیتاب بجلیوں سے خطر میں ہے اسکا آشیانہ

اہلِ یورپ کے پاس ظاہری اسباب کی کوئی انتہا نہیں مگر ہمارے اقبال مرحوم ہمیں ان کی ہلاکت کی خبر دے رہے ہیں ؎

ہوائیں ان کی فضائیں ان کی سمندر ان کے جہاز انکے
گرہ بھنور کی کھلے تو کیونکر؟ بھنور ہے تقدیر کا بہانہ

آپ نے گزشتہ سطور میں دیکھا کہ ڈاکٹر اقبال مرحوم مسلمانوں کے سینوں سے فرنگی تہذیب کی شوکت کا ہر نقش رگڑ رگڑ کر مٹا رہے ہیں اور اسلام کی سرمدیت اور ابدیت کی دعوت دے رہے ہیں تہذیب افرنگ کے انجامِ بد کو پیش کر کے اور ان کی ہلاکت کی پیشگوئی کے بعد جس چیز کی طرف ہم بھولے بھٹکے ہوئے انسانوں کی توجہ مبذول کرانا چاہتے ہیں اس کی حقیقت پر غور فرمائیے کہ وہ کیا ہے؟ کیا وہ اسلام کا حاصل نہیں ہے؟ کیا وہ قرآن پاک کی اس الہامی آواز کی شرح نہیں ہے جس پر اسلام کی منتشر جزئیات اکٹھی ہو سکتی ہیں۔ اور تہذیبوں کے بکھرے ہوئے شیرازے پھر سے اپنے میں جذب باہمی کو محسوس کرنے لگے ہیں۔ آپ منتظر ہوں گے کہ آخر وہ کیا ہے؟ اس الحاد پرور دور میں مسلمانوں کی نجات، حفظِ دین اور شوکتِ اسلام کی صورت کیونکر پیدا ہو سکتی ہے میں شعر پیش کرتا ہوں۔ آپ اس پر غور فرمائیں ؎

ہوا ہے گو تند و تیز لیکن چراغ اپنا جلا رہا ہے
وہ مردِ درویش جس کو حق نے دیئے ہیں اندازِ خسروانہ

نہایت اختصار سے عرض کیا جاتا ہے کہ

اقبال مرحوم مسلمانانِ عالم کو علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل کے قدسی مفہوم کی دعوت دے رہے ہیں ان کو بد تہذیبی کی آندھی اور لادینی کے جھکڑوں میں تمام کائنات میں اندھیرا نظر آتا ہے مگر کتاب و سنت کی روشنی اپنی ہمیشگی سے جگمگا رہی ہے۔ یہ روشنی تہذیب حاضرہ کی باد صرصر سے نہیں بجھ سکتی ظالم سے ظالم اور جابر سے جابر حکومتیں بھی اس روشنی کے نظام کو تباہ و برباد نہیں کر سکتیں کیونکہ اس کا قیام قرآن پاک اور حدیث مبارکہ کے تیل پر ہے جس کی حفاظت و صیانت کا ذمہ احکم الحاکمین نے لے رکھا ہے نحن نزلنا الذکر — الخ

ہمارا فرض ہے کہ ہم لبستیوں سے ام القریٰ کی طرف دوڑیں اور علماء خیر کی صحبت میں بیٹھ کر کسب ضیا کریں تاکہ ہمارا نور ایمان بھی محفوظ رہ سکے اور یہ نور قبر کی تاریکی اور حشر کی ظلمت کے موقع پر روشنی کا کام دے۔ عوام اور احباب کرام سے کہہ رہا ہوں کہ اگر یہ سطور موقر جریدہ "ہفت روزہ خدام الدین" میں شائع نہ ہوتیں تو میں بڑی جسارت سے لاہور کے ام القریٰ میں آپ کو اس مرد درویش کی نشاندہی کرتا۔ جسکو حق تعالےٰ نے انداز خسروانہ مرحمت فرما رکھے ہیں مگر

"یہاں تو بات کرنے کو ترستی ہے زباں میری"

ع

بحق دل بند و راہِ مصطفیٰؐ گیر!

اقبال مرحوم کے اس مصرعہ کی روشنی میں ہم اپنے مخصوص حلقہ یعنی ملک پاکستان کے باشندگان سے اور ادھر اسلامیان عالم سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ اپنی زندگی کے تمام لمحات کو کتاب و سنت کے تابع کر دیں عوام ہوں یا ارباب حکومت، انکا فرض ہے کہ وہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے دین متین کو مضبوطی سے پکڑیں۔ تہذیب و تمدن کا سوال ہو یا وطن کے دستور و آئین کا مسئلہ درپیش ہو۔ بلا تامل بیک زبان ہو کر پکار اٹھیں کہ ہم سب کو دین مصطفوی منظور ہے اور اس کے علاوہ ہم ہر طریق زندگی کو بولہبی سمجھتے ہیں تو پھر دیکھیے کہ پروردگار عالم یمین و یسار اور فوق و تحت سے کس قدر نعمتوں اور برکتوں کے دروازے کھول دیتے ہیں۔

ے

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا؟ لوح و قلم تیرے ہیں

بقیہ شذرات صفحہ ۳ سے آگے:-

بہر حال ہم اپنی معزز فوجی حکومت سے کہیں گے کہ وہ اپنی ساری توجہ ملک کو خود کفیل بنانے پر مرکوز کرے اور اپنے حلیف ممالک کو بھی اپنی اس اہم ضرورت کی طرف متوجہ کرے۔

ریل کا حادثہ

۳-جولائی ۱۹۶۰ء کو سوا چار بجے شام کے قریب حویلیاں ضلع ہزارہ سے گیارہ میل جانب جنوب سرائے صالح کے نزدیک ایک مسافر گاڑی کو ایک المناک حادثہ پیش آیا۔ اس گاڑی کے دو ڈبے ایک پل سے نیچے گر کر تباہ ہو گئے۔ اس حادثہ میں اٹھارہ مسافر ہلاک اور چونتیس زخمی ہوئے۔ زخمیوں کو فوراً ہری پور، ایبٹ آباد اور راولپنڈی کے ہسپتالوں میں پہنچا دیا گیا۔ محکمہ ریلوے نے ہلاک ہونے والوں کے ورثاء کو معاوضہ دینے کا فیصلہ کیا ہے۔ معاوضہ کی رقم کا فیصلہ جلد ہی کر دیا جائے گا۔

اس حادثہ کی محکمانہ تحقیقات ہری پور (ہزارہ) میں ۱۱-جولائی ۱۹۶۰ء سے شروع ہو چکی ہے۔ یہ تحقیقات گورنمنٹ انسپکٹر آف پاکستان ریلویز کر رہے ہیں۔ ان کی رپورٹ سے اس حادثہ کی وجہ معلوم ہو سکے گی

ہمیں اس المناک حادثہ کی خبر سن کر بے حد افسوس ہوا۔ ہم اس حادثہ میں ہلاک ہونے والوں کے لئے بارگاہ رب العزت میں دعا گو ہیں کہ وہ ان کو اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔ ان کے پسماندگان سے ہمیں دلی ہمدردی ہے اور ہم ان کے لئے صبر کی دعا کرتے ہیں۔ ہم مجروحین کے لئے بھی دعا گو ہیں کہ اللہ تعالےٰ ان کو شفائے کلی اور عاجل عطا فرمائے۔ آمین یا الہ العالمین

ہم مجروحین سے یہ بھی درخواست کرینگے کہ وہ اس حادثہ سے سبق حاصل کریں۔ اللہ تعالےٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے ان کو دوبارہ زندگی بخشی ہے۔ ان کو چاہیئے کہ وہ اللہ تعالےٰ کا شکریہ ادا کریں اور آئندہ کتاب و سنت کو اپنے لئے مشعل راہ بنانے کی حتی المقدور کوشش کریں ہم سب کا ایمان ہے کہ ہر انسان کو ایک دن موت کا مزہ چکھنا پڑے گا۔ اور مرنے کے بعد اس کو ایک دوسرے جہان میں منتقل کر دیا جائے گا۔ جہاں اس کے ان نیک و بد اعمال کا حساب و کتاب کیا جائے گا۔ جو اس نے دنیا کی چند روزہ زندگی میں کئے تھے نیک اعمال والوں کو جزا اور بد اعمال والوں کو سزا دی جائے گی۔ ہمیں اس امتحان کے لئے یہیں سے تیاری کر کے جانا چاہیئے۔ اس کا طریقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ لذتوں کو فنا کرنے والی چیز (موت) کو بہت زیادہ یاد کیا کرو۔ جو لوگ موت کو بہت زیادہ یاد کرتے ہیں۔ اول تو اللہ تعالےٰ ان کو گناہوں سے بچنے کی توفیق ارزانی فرماتے ہیں۔ اگر مغلوب الہوا ہو کر یا بھول کر ان سے گناہ سرزد ہو بھی جائے تو اللہ تعالےٰ ان کو اس سے فوراً توبہ کرنے کی توفیق عطا فرما دیتے ہیں۔ اس طرح ان کا حساب و کتاب بیباق ہوتا رہتا ہے۔ وہ دنیا سے خوش و خرم رخصت ہوتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ سب مسلمانوں کو عموماً اور اس حادثہ کے مجروحین کو خصوصاً ہر وقت اللہ تعالےٰ اور اس کے بندوں سے اپنا معاملہ درست رکھنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین یا الہ العلمین۔

شمع نبوتؐ

وہ شمع اجالا جس نے کیا چالیس برس تک غار حرا میں
اک روز جھلکنے والی تھی سب دنیا کے درباروں میں

وہ جنس نہیں ایمان جسے لے آئیں دکان فلسفہ سے
ڈھونڈے سے ملے گی عاقل کو وہ قرآں کے سیپاروں میں

جو فلسفیوں سے حل نہ ہوا اور نکتہ وروں سے کھل نہ سکا
وہ راز اک کملی والے نے بتلا دیا چند اشاروں میں

ہیں کرنیں ایک ہی مشعل کی بوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ علیؓ
ہم مرتبہ ہیں یاران نبی کچھ فرق نہیں ان چاروں میں

ضروری اطلاع

شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا درخواستی صاحب دامت برکاتہم بوجہ خرابی صحت تبدیلی آب و ہوا کے لئے کوئٹہ تشریف لے گئے ہیں حضرت کے متعلقین نوٹ کر لیں تاکہ ان کو بغرض زیارت خانپور مدرسہ مخزن العلوم تشریف لانے کی زحمت نہ اٹھانی پڑے۔ حضرت کی واپسی کی تاریخ کا بھی انشاء اللہ اعلان کر دیا جائے گا۔ احباب اس کا انتظار کریں۔

ناظم مدرسہ مخزن العلوم خانپور



بے باک انسان

وَ اِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنْۢبِهٖۤ اَوْ قَاعِدًا اَوْ قَآئِمًا ۚ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ ضُرَّهٗ مَرَّ كَاَنْ لَّمْ يَدْعُنَاۤ اِلٰى ضُرٍّ مَّسَّهٗ ؕ كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْمُسْرِفِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○ (یونس آیت ۱۲)

ترجمہ۔ اور جب انسان کو تکلیف پہنچتی ہے تو لیٹے اور بیٹھے اور کھڑے ہوئے کی حالت میں ہمیں پکارتا ہے۔ پھر جب ہم اس سے تکلیف کو دور کر دیتے ہیں تو اس طرح گذر جاتا ہے۔ گویا ہمیں کسی تکلیف پہنچنے پر پکارا ہی نہ تھا۔ اسی طرح بیباکوں کو پسند آیا ہے۔ جو کچھ وہ کر رہے ہیں۔

حاشیہ حضرت شیخ الاسلام شبیر احمد صاحب عثمانیؒ

یعنی انسان بیباکی سے خود عذاب طلب کرتا ہے اور بُرائی اپنی زبان سے مانگتا ہے۔ مگر کمزور اور بودا اتنا ہے کہ جہاں ذرا تکلیف پہنچی گھبرا کر ہمیں پکارنا شروع کر دیا۔ جب تک مصیبت رہی کھڑے بیٹھے لیٹے ہر حالت میں خدا کو پکارتا رہا پھر جہاں تکلیف ہٹائی گئی سب کہا سنا بھول گیا۔ گویا خدا سے کبھی کوئی واسطہ نہ تھا۔ وہی غرور و غفلت کا نشہ وہی اکڑفوں رہ گئی جس میں پہلے مبتلا تھا۔ حدیث میں ہے کہ تو خدا کو عیش و آرام میں یاد رکھ۔ خدا تجھ کو تیری سختی اور مصیبت میں یاد رکھے گا۔ مومن کی شان یہ ہے کہ کسی وقت خدا کو نہ بھولے سختی میں صبر اور فراخی پر خدا کا شکر کرتا رہے۔ یہی وہ چیز ہے جس کی توفیق مومن کے سوا کسی کو نہیں ملتی۔

اترانے والا شیخی خورہ انسان

وَلَئِنْ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً ثُمَّ نَزَعْنٰهَا مِنْهُ ۚ اِنَّهٗ لَيَـُٔوْسٌ كَفُوْرٌ ○ وَلَئِنْ اَذَقْنٰهُ نَعْمَآءَ بَعْدَ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ ذَهَبَ السَّيِّاٰتُ عَنِّيْ ؕ اِنَّهٗ لَفَرِحٌ فَخُوْرٌ (ہود آیت ۱۰۹)

ترجمہ۔ اور اگر ہم انسان کو اپنی رحمت کا مزہ چکھا کر پھر اس سے چھین لیتے ہیں تو وہ نا امید ناشکرا ہو جاتا ہے۔ اور اگر مصیبت پہنچنے کے بعد نعمتوں کا مزہ چکھاتے ہیں تو کہتا ہے کہ میری سختیاں جاتی رہیں کیونکہ وہ اترانے والا شیخی خورہ ہے۔

جب انسان کو عیش و آرام میسر ہو تو اللہ تعالیٰ یاد نہیں آتا۔ یوں ہی سُکھ کی گھڑیاں دُکھ میں بدلیں تو نا امید اور ناشکرا ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالےٰ کے حضور میں جھکتا نہیں۔ عاجزی اور التجا نہیں کرتا صبر و شکر کا سہارا لے کر اجر کا حقدار نہیں بنتا۔

اس نا امیدی کے عالم میں جب پھر اللہ تعالےٰ کا فضل ہوتا ہے۔ دُکھ کے ایام سکھ میں بدل جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی حمد نہیں بجا لاتا۔ وہی اکڑفوں جو پہلے تھی اسی میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ حالانکہ انسان پر واجب تھا کہ ہر حالت میں اللہ کی یاد میں لگا رہتا اور اللہ کی رحمت کا امیدوار رہتا۔

اللہ تعالیٰ کو بھولنے والا انسان

(۱) وَ اِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهٗ مُنِيْبًا اِلَيْهِ ثُمَّ اِذَا خَوَّلَهٗ نِعْمَةً مِّنْهُ نَسِيَ مَا كَانَ يَدْعُوْۤا اِلَيْهِ مِنْ قَبْلُ وَ جَعَلَ لِلّٰهِ اَنْدَادًا لِّيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ؕ قُلْ تَمَتَّعْ بِكُفْرِكَ قَلِيْلًا ۖ اِنَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ (الزمر آیت ۸)

ترجمہ۔ اور جب انسان کو تکلیف پہنچتی ہے تو اپنے رب کو اسکی طرف رجوع کر کے پکارتا ہے۔ پھر جب وہ اسے کوئی نعمت اپنی طرف سے عطا کرتا ہے تو جس کیلئے پہلے پکارتا تھا۔ اسے بھول جاتا ہے۔ اور اس کے لئے شریک بناتا ہے تاکہ اسکی راہ سے گمراہ کرے۔ کہہ دو اپنے کفر میں تھوڑی مدت فائدہ اٹھا لے۔ بے شک تو دوزخیوں میں سے ہے۔

جب انسان تکلیف میں پھنس جاتا ہے اور ہر طرف مایوسی نظر آتی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے۔ مگر جب دُکھ کی گھڑیاں سُکھ میں بدل جاتی ہیں تو یہ بھی فوراً خدا کے حضور سے ہٹ کر شرک کرنے لگ جاتا ہے۔ ایسے انسان کا ٹھکانا دوزخ ہے کیونکہ اسے چاہیئے تو یہ تھا کہ رنج و راحت میں تعلق باللہ ٹھیک رکھتا۔

(۲) وَ اِذَاۤ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَ نَاٰ بِجَانِبِهٖ ۚ وَ اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ فَذُوْ دُعَآءٍ عَرِيْضٍ ○ (حٰم السجدہ۔ آیت ۵۱)۔ ترجمہ۔ اور جب ہم نے انسان پر انعام کیا تو اس نے منہ پھیر لیا۔ اور کنارہ کش ہو گیا۔ اور جب اس کو تکلیف پہنچی تو لمبی چوڑی دعا کرنے لگا۔

"یہ سب بیان ہے انسان کے نقصان کا سختی میں صبر نہ نرمی میں شکر (موضح القرآن)

اپنی عقل پر بہکنے والا انسان

فَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَانَا ثُمَّ اِذَا خَوَّلْنٰهُ نِعْمَةً مِّنَّا قَالَ اِنَّمَاۤ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ ؕ بَلْ هِيَ فِتْنَةٌ وَّ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ○ (الزمر آیت ۴۹)۔ ترجمہ۔ پھر جب آدمی پر مصیبت آتی ہے تو ہمیں پکارتا ہے۔ پھر جب ہم اُسے اپنی نعمت عطا کرتے ہیں تو کہتا ہے۔ یہ تو مجھ کو میری عقل سے ملی ہے۔ بلکہ یہ نعمت آزمائش ہے۔ ولیکن ان میں سے اکثر نہیں جانتے۔

اللہ تعالیٰ انسان کی حالت بیان فرماتا ہے کہ مشکل کے وقت تو وہ آہ وزاری شروع کر دیتا ہے۔ خدا کی طرف پوری طرح راغب ہو جاتا ہے۔ لیکن یہاں مشکل کشائی ہو گئی۔ جہاں راحت و نعمت حاصل ہوئی اور یہ سرکش و متکبر بنا اور اکڑتا ہوا کہنے لگا یہ تو اللہ کے ذمہ میرا حق تھا۔ میں خدا کے نزدیک اس کا مستحق تھا۔ میں نے اپنی عقلمندی اور خوش تدبیری سے یہ نعمت حاصل کی ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ بات یوں نہیں بلکہ دراصل ہماری طرف سے آزمائش ہے کہ اس نعمت کا بندہ شکریہ ادا کرتا ہے۔ یا ناشکری؟ لیکن یہ نہیں جانتا۔ (تفسیر ابن کثیر)

قارون جو بہت بڑا سرمایہ دار تھا اس نے بھی اسی طرح کی لاف زنی کی تھی۔ قَالَ اِنَّمَاۤ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ عِنْدِيْ (القصص آیت ۷۸)

ترجمہ۔ کہا یہ مال و دولت مجھے ایک ہنر سے ملا ہے

مگر قارون برباد ہو گیا اور جہنم کا ایندھن بنا۔

انسان کو چاہیئے کہ کبھی بھی اپنے علم اور عقل پر گھمنڈ نہ کرے۔ سب کچھ اللہ کے فضل و کرم سے سمجھے۔ آخر علم اور عقل بھی تو اللہ کی عطا کی ہوئی چیزیں ہیں۔ بندے پر ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا شکر واجب ہے۔

نا امید انسان

وَ اِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَی الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ ۚ وَ اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ كَانَ يَـُٔوْسًا (بنی اسرائیل آیت ۸۳)

ترجمہ۔ اور جب ہم انسان پر انعام کرتے ہیں تو منہ پھیر لیتا ہے اور پہلو تہی کرتا ہے اور جب کوئی تکلیف پہنچتی ہے۔ تو نا امید ہو جاتا ہے۔ یعنی انسان کا عجیب حال ہے۔ خدا تعالیٰ اپنے فضل سے نعمتیں دیتا ہے تو احسان نہیں مانتا۔ جتنا عیش و آرام ملے اسی قدر منعم حقیقی کی طرف سے غفلت و اعراض بڑھتا ہے اور فرائض بندگی سے پہلو بچا کر کھسکنا چاہتا ہے۔ پھر جب سخت اور برا وقت آیا تو ایک دم آس توڑ کر اور نا امید ہو کر بیٹھ رہتا ہے۔ گویا دونوں حالتوں میں خدا سے بے تعلق رہا کبھی غفلت کی بنا پر کبھی مایوسی کی۔ الخ۔

(حضرت مولانا عثمانیؒ)

ناشکرا انسان

وَ اِنَّآ اِذَآ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً فَرِحَ بِهَا ۚ وَ اِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ فَاِنَّ الْاِنْسَانَ كَفُوْرٌ (الشوریٰ آیت ۴۸-ع ۵)۔ ترجمہ۔ اور جب ہم انسان کو اپنی کوئی رحمت چکھاتے ہیں تو اس سے خوش ہو جاتا ہے اور اگر اس پر اس کے اعمال سے کوئی مصیبت پڑ جاتی ہے تو انسان بڑا ہی ناشکرا ہے۔

حضرت شیخ الاسلام عثمانیؒ فرماتے ہیں۔ انسان کی طبیعت ہی واقع ہوئی (اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ) کہ اللہ انعام و احسان فرمائے تو اکڑنے اور اترانے لگتا ہے۔ پھر جہاں اپنی کرتوت کی بدولت افتاد پڑ گئی۔ بس سب نعمتیں بھول جاتا ہے۔ گویا کبھی اس پر اچھا وقت آیا ہی نہ تھا۔ خلاصہ یہ کہ فراخی یا عیش کی حالت ہو یا تنگی اور تکلیف کی، اپنی حد پر قائم نہیں رہتا۔ البتہ مومنین قانتین کا شیوہ یہ ہے کہ سختی پر صبر اور فراخی کی حالت میں منعم حقیقی کا شکر ادا کرتے ہیں اور کسی حال میں اس کے انعامات و احسانات کو فراموش نہیں کرتے۔"

(۲) وَ اِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِی الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ اِلَّآ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىكُمْ اِلَی الْبَرِّ اَعْرَضْتُمْ ۚ وَكَانَ الْاِنْسَانُ كَفُوْرًا ۝ (بنی اسرائیل آیت ۶۷ ع ۷)۔ ترجمہ اور جب تم پر دریا میں کوئی مصیبت آتی ہے تو بھول جاتے ہو۔ جنہیں اللہ کے سوا پکارا کرتے تھے۔ پھر جب وہ تمہیں خشکی کی طرف بچا لاتا ہے تو تم اس سے منہ موڑ لیتے ہو۔ اور انسان بڑا ہی ناشکرا ہے۔

یہ اس ناشکرے انسان کا حال ہے۔ جس کا تعلق باللہ ٹھیک نہیں۔ اگر دریا یا سمندر کا سفر اسے درپیش ہو۔ جہاز یا ناؤ ڈوبنے لگے۔ موت کے آثار نظر آنے لگیں۔ تو اس وقت یہ سب باطل معبودوں کو بھول کر ایک اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے۔ اس سے بچاؤ کی التجا کرتا ہے۔ جب اللہ تعا[لیٰ] اسے صحیح و سلامت کنارے پر پہنچا دیتا ہے تو یہ زمین پر قدم رکھتے ہی اللہ کو بھول جاتا ہے۔ اسے کٹھن اور نا امیدی کا وقت یاد نہیں رہتا۔

ہمیں سبق پذیر ہو کر اللہ کا شکر گزار بندہ بننا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں شکر گزار بننے کا حکم فرمایا ہے۔

وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ ۚ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰی وَهْنٍ وَّفِصٰلُهٗ فِیْ عَامَيْنِ اَنِ اشْكُرْ لِیْ وَلِوَالِدَيْكَ ؕ اِلَیَّ الْمَصِيْرُ ۝ (لقمٰن آیت ۱۴)۔ ترجمہ۔ ہم نے انسان کو اسکے ماں باپ کے متعلق تاکید کی ہے۔ اسکی ماں نے ضعف پر ضعف اٹھا کر اسے پیٹ میں رکھا اور دو برس میں اس کا دودھ چھڑانا ہے کہ تو میری اور اپنے ماں باپ کی شکر گزاری کرے۔ میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔

آزمائش میں پورا نہ اترنے والا انسان

فَاَمَّا الْاِنْسَانُ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ رَبُّهٗ فَاَكْرَمَهٗ وَنَعَّمَهٗ ۙ فَيَقُوْلُ رَبِّیْٓ اَكْرَمَنِ ۝ وَاَمَّآ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهٗ ۙ فَيَقُوْلُ رَبِّیْٓ اَهَانَنِ ۝

ترجمہ۔ لیکن انسان تو ایسا ہے۔ کہ جب اسے اس کا رب آزماتا ہے۔ پھر اسے عزت اور نعمت دیتا ہے تو کہتا ہے کہ میرے رب نے مجھے عزت بخشی ہے۔ لیکن جب اسے آزماتا ہے۔ پھر اس پر اسکی روزی تنگ کرتا ہے تو کہتا ہے کہ میرے رب نے مجھے ذلیل کر دیا ہے۔ "یعنی رب پر الزام رکھے اپنے فعل کو نہ دیکھے۔ (موضح القرآن)

انسان کی عادت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اس کا امتحان لینے کیلئے اسے عزت اور نعمت عطا فرماتا ہے تو وہ بھول جاتا ہے کہ یہ بزرگی اللہ تعالیٰ نے دی ہے۔

حالانکہ یہ عزت اور نعمت دے کر اس کا امتحان لیا جا رہا تھا کہ دیکھیں انہیں کس طرح استعمال کرتا ہے۔ ان سے کیا فائدہ اٹھاتا ہے۔ مگر یہ اسی بات پر مست ہو جاتا ہے کہ میں بڑا آدمی ہوں۔ میں بڑا بزرگ ہو گیا ہوں۔ مگر اس بزرگ ہونے کی حیثیت سے جو فرائض اس پر عائد ہوتے تھے۔ انہیں بھول گیا۔ اس خیال کے چکر میں آ گیا کہ یہ سب کچھ میری قابلیت سے مجھے ملا ہے۔ غریبوں اور مسکینوں کا کوئی انتظام نہ کیا۔ لوٹ کھسوٹ سے مال سمیٹنے لگ گیا۔ جب اس امتحان میں فیل ہوا تو بزرگی چھن گئی۔ نعمت جاتی رہی اب اس کے امتحان کا دوسرا پہلو ظہور میں آیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس پر رزق تنگ کر دیا۔ مگر اب یہ شور مچاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ذلیل کر دیا۔ حالانکہ یہ غلط ہے یہ تباہی اس پر اس لئے آئی۔ کہ وہ فرائض عبودیت کو بھول گیا تھا۔ اب بھی رجوع الی اللہ ہونے کی بجائے اپنی گزشتہ عزت اور بزرگی کا رونا روتا ہے اور اس امتحان میں بھی فیل ہوتا ہے۔ اسے یاد نہ رہا کہ فراخی اور تنگی دونوں حالتیں عارضی ہیں اور وہ کیوں نہ اپنا تعلق باللہ ہر حال میں ٹھیک رکھے۔

حضرت ابن کثیرؒ فرماتے ہیں۔ اگر غنی ہو کر شکر گزاری کرے تو خدا کا محبوب ہے اور اگر فقیر ہو کر صبر کرے تو خدا کا محبوب ہے۔

جلد باز انسان

وَيَدْعُ الْاِنْسَانُ بِالشَّرِّ دُعَآءَهٗ بِالْخَيْرِ ۭ وَكَانَ الْاِنْسَانُ عَجُوْلًا ۝ (بنی اسرائیل آیت ۱۱) ترجمہ۔ اور انسان برائی مانگتا ہے۔ جس طرح سے وہ بھلائی

باقی صفحہ ۱۸ پر

جناب حاجی کمال الدین صاحب لاہور کارپوریشن

دین میں اعلیٰ دنیا میں کم درجہ لوگوں کو دیکھو!



ایک حدیث میں حضور پاک کا ارشاد ہے کہ دو خصلتیں ایسی ہیں۔ کہ جس شخص میں یہ ہوں۔ حق تعالےٰ شانہ اس کو صابرین اور شاکرین کی جماعت میں شمار کرتے ہیں۔ جو شخص دین کے بارہ میں اپنے سے اونچے لوگوں کے احوال کو دیکھے اور ان کی اتباع کی کوشش کرے اور دنیا کے بارے میں اپنے سے کم درجہ کے لوگوں کو دیکھے اور اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے کہ اس نے محض اپنے فضل سے اس کو اس سے بہتر حالت میں رکھا ہے۔ حق تعالیٰ شانہ اسکو صابر اور شکر کرنیوالوں میں شمار فرمائیں گے۔ اور جو شخص دین کے بارے میں اپنے سے کمتر لوگوں کو دیکھے (کہ فلاں تو اتنا بھی نہیں کرتا جتنا میں کرتا ہوں) اور دنیا کے بارے میں اپنے سے اونچے لوگوں کو دیکھے اور اس پر افسوس کرے کہ میرے پاس اتنا نہیں ہے جتنا فلاں کے پاس ہے تو اس کا شمار نہ صبر کرنیوالوں میں ہے نہ شکر گزاروں میں (مشکوٰۃ)

عون بن عبداللہ کہتے ہیں کہ میں اکثر مالداروں کے پاس بیٹھا کرتا تھا تو میری طبیعت غمگین رہتی۔ کسی کا کپڑا اپنے کپڑے سے بہتر دیکھتا (تو اپنے کپڑے کے ادنےٰ ہونے پر اپنی ذلت محسوس کرتا جس سے رنج ہوتا) کسی کا گھوڑا اپنے گھوڑے سے اعلےٰ دیکھتا۔ پھر میں نے فقرا کے پاس اپنی نشست شروع کر دی تو مجھے اس رنج سے راحت مل گئی (کہ ان لوگوں سے اپنی چیزوں کو افضل دیکھتا ہوں) (احیاء)

علماء نے لکھا ہے کہ نکاح بھی کسی غریب سے کرے۔ مالدار عورت سے نہ کرے۔ اس لئے کہ جو شخص مالدار عورت سے نکاح کرتا ہے۔ پانچ آفتوں میں گرفتار ہوگا۔ (۱) مہر زیادہ دینا پڑے گا۔ (۲) رخصتی میں دیر اور ٹال مٹول ہوگی (کہ اس کے جہیز کی تیاری ہی ختم نہ ہوگی۔ (۳) اس سے خدمت لینا مشکل ہوگا۔ (۴) خرچ زیادہ مانگے گی۔ (۵) طلاق دینا چاہے گا۔ تو اسکے مال کا لالچ طلاق نہیں دینے دے گا کہتے ہیں کہ عورت چار چیزوں میں خاوند سے کم تر ہونی چاہیئے۔ ورنہ خاوند اس کی نگاہ میں ذلیل ہوگا۔ عمر میں، قد کی لمبائی میں مال میں۔ شرافت میں اور چار چیزوں میں عورت خاوند سے بڑھی ہوئی ہونی چاہیئے۔ خوبصورتی میں، ادب میں۔ تقوےٰ میں عادتوں میں۔ (احیا)

مال سے زیادہ اہم خلقت اور صحت کے اعتبار سے اپنے سے کمتر لوگوں کو دیکھنا چاہیئے ایک بزرگ کی خدمت میں کسی شخص نے اپنے فقر کی شکایت کی اور بڑی سخت پریشانی کا اظہار کیا کہ اس کے غم میں مرنے کی تمنا ظاہر کی۔ ان بزرگ نے دریافت کیا۔ کہ تم اس پر راضی ہو کہ تمہاری آنکھیں ہمیشہ کے لئے لے لی جائیں اور تمہیں دس ہزار درم مل جائیں۔ وہ اس پر راضی نہ ہوا۔ پھر فرمایا اچھا اس پر راضی ہو کہ تمہیں دس ہزار درہم دے کر تمہاری زبان لے لی جائے وہ اس پر بھی راضی نہ ہوا۔ پھر انہوں نے فرمایا کہ اس پر راضی ہو کہ تمہارے چاروں ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے جائیں اور تم کو بیس ہزار درم دے دیئے جائیں۔ وہ اس پر بھی راضی نہ ہوا۔ پھر فرمایا کہ اچھا اس پر راضی ہو کہ تمہیں مجنوں بنا دیا جائے اور دس ہزار درم دے دیئے جائیں۔ وہ اس پر بھی راضی نہ ہوا۔ تو فرمانے لگے۔ کہ تمہیں شرم نہیں آتی کہ تمہارے اقرار کے موافق پچاس ہزار سے زیادہ مالیت کا سامان تو حق تعالےٰ شانہ نے تمہیں عطا فرما رکھا ہے (اور یہ مثال کے طور پر چند چیزیں گنوائی ہیں) پھر بھی تم شکوہ کر رہے ہو۔

ابن سماک ایک بادشاہ کے پاس گئے۔ بادشاہ کے ہاتھ میں پانی کا گلاس تھا۔ بادشاہ نے ان سے درخواست کی کہ مجھے کوئی نصیحت کیجئے۔ ابن سماک نے کہا۔ کہ اگر یہ کہا جائے کہ یہ گلاس پانی کا اس ساری سلطنت کے بدلہ میں مل سکتا ہے جو تمہارے پاس ہے اور نہ خریدا جائے تو پانی ملنے کی کوئی صورت نہیں ہے۔ پیاسے ہی رہنا ہوگا۔ کیا تم راضی ہو جاؤ گے۔ کہ ساری سلطنت دے کر پانی خرید و۔ ورنہ پیاسے مر جاؤ۔ بادشاہ نے کہا یقیناً راضی ہو جاؤں گا۔ ابن سماک نے کہا کہ ایسی بادشاہت پر کیا خوش ہونا جس کی ساری قیمت ایک گلاس پانی ہو۔ ان مثالوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ حق تعالےٰ شانہ کی ایک ایک نعمت ہر شخص کے پاس ایسی ہے کہ لاکھوں کروڑوں اسکی قیمت نہیں ہو سکتی یہ تو عام نعمتیں ہیں جن میں ہر شخص کی شرکت ہے۔ اگر گہری نگاہ سے غور کیا جائے تو ہر شخص کے ساتھ خصوصی نعمتیں حق تعالےٰ شانہ کی ایسی ہیں۔ جن میں کوئی دوسرا شریک نہیں اور تین چیزیں تو ایسی ہیں کہ ان میں ہر شخص کو اعتراف ہے کہ وہ اس نعمت میں ممتاز ہے۔ کوئی دوسرا اس کا شریک نہیں۔ ان میں سے ایک تو عقل ہے۔ کہ ہر شخص چاہے کتنا ہی بے وقوف ہو وہ یہ سمجھا کرتا ہے کہ میں سب سے زیادہ عقلمند ہوں۔ دوسرے اس بات کو نہیں سمجھتے جس کو میں سمجھتا ہوں۔ ایسی حالت میں چاہے واقعہ کے اعتبار سے صحیح ہو یا غلط۔ لیکن اس کے اپنے اعتقاد اور اقرار کے اعتبار سے اس پر حق تعالےٰ شانہ کا ایک ایسا انعام ہے کہ یہ انعام کسی دوسرے پر نہیں ہے۔ ایسی حالت میں کیا یہ ضروری نہیں کہ اللہ تعالیٰ شانہ کی اس نعمت میں سب سے زیادہ شکر گزار بنے۔ (اور اگر کسی معمولی چیز روپیہ پیسہ وغیرہ میں کسی دوسرے سے کم ہو تو یہ سوچے کہ سب سے اشرف چیز عقل میں سب سے زیادہ بڑھا ہوا ہوں) دوسری چیز عادات ہیں کہ ہر شخص اپنے سوا دوسرے ہر شخص میں کوئی نہ کوئی ایسی عادت سمجھا اور پایا کرتا ہے جو اس کے نزدیک عیب ہوتی ہے اور گویا اس کے نزدیک اس کے سوا ہر شخص کے اندر کوئی نہ کوئی اخلاقی عیب ضرور ہے اور اپنی کسی عادت کو بھی لفظوں میں چاہے مان لے۔ مگر دل میں عیب دار نہیں سمجھا کرتا۔ نہ اس کے چھوڑنے کے درپے ہوتا ہے۔ ایسی حالت میں کیا یہ ضروری نہیں کہ آدمی یہ سوچے کہ حق تعالیٰ شانہ نے اگر کسی ایک آدھ چیز میں دوسرے سے کم دے رکھا ہے تو عادات کی نعمتوں میں اس کو خاص طور سے سب سے بڑھا رکھا ہے۔ تیسری چیز علم ہے کہ ہر شخص اپنے ذاتی حالات اور اندرونی احوال سے اتنا زیادہ واقف اور ان کا جاننے والا ہوتا ہے کہ کوئی دوسرا شخص اس کے احوال سے اتنا

اتنا واقف نہیں ہوتا اور ان میں ایسی بہت سی چیزیں ہوتی ہیں کہ آدمی ہرگز یہ گوارا نہیں کرتا کہ اس کے ان عیوب پر کوئی دوسرا مطلع ہو تو حق تعالےٰ شانہٗ کا یہ احسان کہ اس کو اپنے احوال کا علم عطا فرمانے کے باوجود دوسروں سے اس کی ستاری فرما رکھی ہے اور اسکی یہ تمنا کہ میرے اس علم کی کسی کو خبر نہ ہو پوری کر رکھی ہے کہ ان میں دوسرا کوئی بھی اس کا شریک نہیں۔ کیا ایسی چیز نہیں ہے۔ جس میں یہ سب سے ممتاز ہے۔ اور اس کا شکر اس کے ذمہ ضروری ہے اس کے علاوہ ہزاروں چیزیں ہر شخص میں ایسی ہیں جن کے متعلق وہ کبھی اس کو گوارا نہیں کر سکتا کہ وہ چیز اس سے لے کر اس کے بدلہ میں اسکی ضد یا کوئی دوسری چیز دے دی جائے۔ مثلاً انسان ہونا ہے کوئی نہیں گوارا کرتا کہ اس کو آدمی سے بندر بنا دیا جائے۔ مرد ہونا ہے کوئی نہیں پسند کرتا کہ اس کو مرد سے عورت بنا دیا جائے۔ اسی طرح مومن ہونا ہے، حافظ قرآن ہونا ہے، عالم ہونا ہے، خوبصورت ہونا ہے، صاحب اولاد ہونا ہے غرض اخلاق میں، صورت میں، سیرت میں، عزیز و اقارب میں اہل و عیال میں، عزت مرتبہ میں ہر شخص کے پاس ایسے خصوصی امور ملیں گے جن کے تبادلہ پر وہ کبھی بھی راضی نہ ہوگا تو کیا پھر یہ بات صحیح نہیں کہ ہر شخص پر حق تعالےٰ شانہٗ کے ہزاروں ایسے خصوصی انعامات ہیں جو دوسرے کو نصیب نہیں۔ ایسی حالت میں ان سب سے آنکھ بند کر کے اگر کوئی ایک دو چیزیں دوسرے کے پاس ہیں جو اس کے پاس نہیں ہیں۔ ان میں للچائے اور ناشکری کرے۔ کیا یہ کمینہ پن نہیں ہے؟ اور اگر کسی کے پاس مال ہی زیادہ دیکھتا ہے تو ان امور میں جو اوپر ذکر کئے گئے غور کرے کہ ان میں سے کتنی چیزیں ایسی ہیں۔ جن میں یہ اس شخص سے بڑھا ہوا ہے۔ جس پر رشک یا حسد کر رہا ہے۔ حالانکہ مجموعہ احسانات میں یہ خود ان سے بڑھا ہوا ہے۔ (احیاء)

اور اس سب کے بعد جو مال اس کے پاس ہے۔ اس کا حشر معلوم نہیں کیا ہونے والا ہے۔ وہ اس کے لئے راحت کا سبب ہے یا وبال جان ہے۔ اسی لئے حضورؐ کا ارشاد ہے کہ کسی فاجر شخص کے پاس کوئی نعمت دیکھ کر رشک نہ کرو۔ تمہیں خبر نہیں کہ مرنے کے بعد وہ کس مصیبت میں گرفتار ہونے والا ہے۔ اس لئے کہ فاجر شخص کے لئے اللہ کے ہاں ایسی ہلاکت ہے یعنی جہنم جو کبھی ختم ہونے والی نہیں ہے (مشکوٰۃ)

بقیہ انسان صفحہ ۱۶ سے آگے:-

مانگتا ہے اور انسان جلد باز ہے۔

یعنی قرآن تو لوگوں کو سب سے بڑی بھلائی کی طرف بلاتا۔ اجر کبیر کی بشارتیں سناتا اور بدی کے مہلک نتائج سے آگاہ کرتا ہے۔ لیکن حضرت انسان کا حال یہ ہے کہ وہ سب کچھ سننے کے بعد بھی اپنے لئے بُرائی کو اسی اشتیاق و الحاح سے طلب کرتا ہے۔ جس طرح کوئی بھلائی مانگتا ہو یا جیسے بھلائی طلب کرنی چاہیئے۔ وہ انجام کی طرف سے آنکھیں بند کر کے بڑی تیزی کے ساتھ گناہوں اور بُرائیوں کی طرف لپکتا ہے۔ بلکہ بعض بدبخت تو صاف لفظوں میں زبان سے کہہ اُٹھتے ہیں۔ اَللّٰھُمَّ اِنْ کَانَ ھٰذَا ھُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ (انفال آیت ۳۲)۔

خداوندا اگر پیغمبر اپنے دعوے میں سچے ہیں تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا دیجئے یا کوئی سخت عذاب نازل کیجئے) بعض بے وقوف غصہ میں جھنجھلا کر اپنے حق میں یا اپنی اولاد وغیرہ کے حق میں بے سوچے سمجھے بد دُعا کر بیٹھتے ہیں۔ بعض دنیا کے نفع عاجل کو معبود بنا کر ہر ایک حلال و حرام طریقہ سے اسکی طرف دوڑتے ہیں اور نہیں سمجھتے کہ اس لہلہاتے پودے کے نیچے سانپ بچھو چھپے ہوئے ہیں۔ جو انجام کار ہلاکت کے گڑھے میں پہنچا کر رہیں گے۔ حقیقت یہ ہے کہ آدمی اپنی جلد بازی سے کسی چیز کی ظاہری ٹیپ ٹاپ کو دیکھ لیتا ہے۔ بدی کے دُور رس نتائج پر غور نہیں کرتا۔ بس جو بات کسی وقت سانح ہوئی فوراً کہہ ڈالی۔ یا ایک دم کر گذرا۔ جدھر قدم اُٹھ گیا بے سوچے سمجھے اُدھر ہی بڑھتا چلا گیا۔ انسان اگر جلد بازی چھوڑ کر متانت۔ تدبر اور انجام بینی سے کام لے تو کبھی ایسی غلطیاں نہ کرے ❊

بچّوں کا صفحہ

غُصّہ

★ —— جناب ماسٹر نذیر احمد صاحب چک ۱۹۵ P تحصیل صادق آباد

عزیز بچّو! آج ہم تمہیں غصّہ و غضب کے متعلق کچھ باتیں بتائیں گے کہ اس کی بے اعتدالی کتنی بڑی بُرائی ہے۔ غصّہ میں آ کر انسان بعض اوقات ایسے غلط سلط کام کر بیٹھتا ہے جس کے بعد بڑی ندامت اور رُسوائی ہوتی ہے۔ ہم سب کو اس بُری خصلت سے بچنے کی پُوری کوشش کرنی چاہیئے ورنہ بعد میں پچھتانا پڑے گا۔ کسی عقل مند نے کہا ہے ؎

اب پچھتائے کیا ہوت
جب چڑیاں چُگ گئیں کھیت

اور حقیقت یہ ہے کہ غصّہ کے وقت معاف کرنا بڑا مشکل ہوتا ہے اور قدرت کے باوجود معاف کرنا بڑی تعریف کی بات ہے۔ لیکن ایک مُسلمان کی شان یہ ہے کہ وہ غصّہ کی حالت میں عفو و درگزر ہی سے کام لے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلامِ پاک میں مسلمان کی یہی صفت بیان فرمائی ہے:۔

وَاِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ يَغْفِرُوْنَ

(شوریٰ)

یعنی جب ان کو غُصّہ آتا ہے تو معاف کر دیتے ہیں۔

اور غصّہ کے بارے میں نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے کیسی اچھی بات فرمائی ہے کہ "پہلوان وہ نہیں جو کسی کو پچھاڑ دے بلکہ وہ ہے جو غصّہ میں اپنے آپ کو قابو میں رکھے۔" تو معلوم ہُوا غصّہ کی حالت میں اپنے آپ پر قابو پانا بڑی جوانمردی کا کام ہے۔ لہٰذا ہمیں چاہیئے کہ لڑائی، جھگڑے، فساد اور دُوسری بُری باتوں سے بچا کریں اور خاص کر غصّہ کو تو قریب بھی نہ پھٹکنے دیں۔ اور اگر کبھی غصّہ کے غلبہ میں کوئی ناشائستہ حرکت سرزد ہو ہی جائے تو فوراً غصّہ تھوک کر توبہ و استغفار کریں کہ خدا آیندہ اس بلائے ناگہانی سے محفوظ رکھے، آمین!

اب ہم تمہیں نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی چند احادیث سُناتے ہیں، جن میں غصّہ کی بُرائی اور اس سے بچنے کی تدابیر کا ذکر ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے، کہ ایک شخص نے آ کر نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت اقدس میں عرض کی: "یا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم! مجھے کوئی نصیحت فرمائیے۔" ارشاد ہوا۔ "غصّہ نہ کیا کرو۔" اس کو یہ معمولی بات معلوم ہوئی تو اس نے دوبارہ سہ بارہ عرض کی۔ آپؐ نے ہر دفعہ یہی فرمایا کہ "غصّہ نہ کیا کرو۔"

یہ حقیقت ہے کہ غُصّہ تمام برائیوں کی جڑ ہے۔

۲۔ حضرت ابوسعید خدریؓ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ آپؐ نے عصر کی نماز کے بعد کھڑے ہو کر صحابہ کرام کو نصیحتیں فرمائیں جن میں سے ایک یہ بھی۔ فرمایا "آدم علیہ السّلام کے بیٹے کئی طبقوں میں پیدا کئے گئے ہیں۔ ان میں سے کوئی ایسا ہے جس کو غُصّہ دیر میں آتا ہے اور سکون جلد ہو جاتا ہے۔ اور کسی کو غصّہ بھی جلد آ جاتا ہے اور دُور بھی جلد ہو جاتا ہے تو ان دونوں میں ایک بات کی دُوسری بات سے اصلاح ہو جاتی ہے۔

اور کوئی ایسا ہے کہ اس کو غصّہ جلد آ جاتا ہے اور بہت دیر میں دفع ہوتا ہے۔ تو ہاں! ان میں سب سے اچھا وہ ہے جس کو غصّہ دیر میں آئے اور جلدی دفع ہو جائے اور ان میں بُرا وہ ہے جس کو غُصّہ جلد آئے اور دیر میں رفع ہو۔ ہاں غُصّہ ابنِ آدمؑ کے دل کی چنگاری ہے۔ دیکھتے نہیں کہ اس کی آنکھیں لال اور رگیں پھُول جاتی ہیں۔ تو جس کو اپنے غُصّہ کا احساس ہو اس کو چاہیئے کہ زمین سے لگ جائے۔

۳۔ ایک روایت میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ "غُصّہ شیطان سے ہے اور شیطان آگ سے بنا ہے اور آگ کو پانی ٹھنڈا کرتا ہے تو جس کو غصّہ آئے اسے چاہیئے کہ وضو کرے۔

۴۔ صحیحین میں ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے سامنے دو صاحبوں میں کچھ باتیں ہو گئیں۔ ان میں سے ایک صاحب کو اتنا غصّہ آیا کہ چہرہ سُرخ ہو گیا اور رگیں پھُول گئیں تو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ان کی طرف آنکھ اُٹھا کر دیکھا۔ پھر فرمایا۔ مجھے ایک ایسا کلمہ معلوم ہے کہ اگر وہ اس کو کہدے تو اس کا غصّہ جاتا رہے۔ وہ یہ ہے:۔

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔

غُصّہ کا علاج آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے غصّہ کے تین علاج بتائے ہیں جن میں سے ایک رُوحانی ہے اور دُوسرے دو ظاہری۔

رُوحانی علاج چونکہ غصّہ شیطانی حرکت ہے۔ اس لئے جب غصّہ آئے تو فوراً دُعا کرنی چاہیئے کہ خداوندا میں شیطان سے بھاگ کر تیری پناہ چاہتا ہوں۔ یقیناً اللہ تعالیٰ اس کی دُعا قبول فرماتے ہوئے شیطانی حرکت سے بچا لے گا۔

ظاہری علاج

(۱) اگر بحالت غصّہ انسان کھڑا ہو تو بیٹھ جائے اور اگر بیٹھا ہو تو لیٹ جائے۔ یقیناً غصّہ کم ہو جائے گا۔

(۲) دُوسرا ظاہری علاج یہ ہے، کہ وضو کرے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ غصّہ کی حالت میں گرمی سے خُون کا دَوران بڑھ جاتا ہے اور آنکھیں لال اور چہرہ سُرخ ہو جاتا ہے۔ ٹھنڈا پانی پڑنے سے گرمی دُور ہو جائے گی اور بفضلِ ایزدی غصّہ جاتا رہے گا۔

عزیز بچّو! آخر میں ہم دُعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس رذیل اور خبیث حرکت سے محفوظ رکھے۔ تاکہ ہم اللہ تعالیٰ کی مرضی اور منشا کے خلاف کوئی ایسا کام نہ کریں جس سے خدا اور اس کا رسُول ناراض ہو جائے آمین ؛

پھُول کی پتّی سے کٹ سکتا ہے ہیرے کا جگر
مردِ ناداں پر کلامِ نرم و نازک بے اثر

رجسٹرڈ ایل
نمبر ۶۰۴۷

منظور شدہ
محکمہ جیل مغربی پاکستان

شرح چندہ
سالانہ گیارہ روپے ششماہی چھ روپے
سہ ماہی تین روپے

ایڈیٹر
عبدالمنان
چوہان

منظور شدہ محکمۂ تعلیم (۱) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری G/۱۶۳۳۲۱ مورخہ ۳ مئی سنہ ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C. ۲۷۳۰/۲۲۸ مورخہ ۷ ستمبر سنہ ۱۹۵۶ء

فیروز سنز لمیٹڈ پریس لاہور میں باہتمام مولوی عبید اللہ انور پرنٹر پبلشر چھپا اور دفتر خدام الدین شیرانوالہ دروازہ لاہور سے شائع ہوا